

## سرکاری رپورٹ (مباحثات)

## پانچواں اجلاس

# بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ 21 دسمبر 2018ء بروز جمعہ بہ طبق 13 ریج الاؤل 1440 ہجری۔

نمبر شمار	مندرجات	صفحہ نمبر
1	تلاؤت قرآن پاک اور ترجمہ۔	03
2	وقفہ سوالات۔	04
3	رخصت کی درخواستیں۔	10
4	مشترکہ التوانہ 4 میجانب: ملک سکندر ایڈ ووکیٹ صاحب،، جناب ثناء اللہ بلوج،	
5	جناب اکبر مینگل، میر حمل کلمتی، ملک فصیر احمد شاہوی، میر اختر حسین لانگو، جناب محمد رحیم	
6	مینگل، جناب محمد نواز کاٹر، عبد الواحد صدیقی، میر یونس عزیز زہری جناب احمد نواز	
7	بلوج، جناب اصغر خاں ترین، جناب شام لال لاسی، ارکین اسمبلی۔	13
8	قرارداد نمبر 8 میجانب جناب ثناء اللہ بلوج، ممبر بلوچستان صوبائی اسمبلی۔	15
9	قرارداد نمبر 11 میجانب: جناب اصغر خاں اچکزئی، ممبر بلوچستان صوبائی اسمبلی۔	50
10	قرارداد نمبر 13 میجانب نواب محمد اسلم خان رئیسانی، ممبر بلوچستان صوبائی اسمبلی۔	53

## ایوان کے عہدیدار

اپیکر میر عبد القدوس بزنجو  
ڈپٹی اپیکر سردار بابر خان موسیٰ خیل

## ایوان کے افسران

شمس الدین سیکرٹری اسمبلی  
عبد الرحمن ایڈیشنل سیکرٹری (قانون)  
مقبول احمد شاہواني چیف رپورٹر  
میر باز خان کاکٹر ریسرچ افسر

## بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 21 دسمبر 2018ء بروز جمعہ بمناسبت 13 رجوع الاول 1440 ہجری، بوقت سہ پہر 3 بجکر 55 منٹ پر زیر صدارت سردار بابر خان موسیٰ خیل، قائم مقام اسپیکر بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

السلام علیکم! کارروائی کا آغاز با قاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔  
تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكُفَّارِينَ ﴿١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرَحَّمُونَ ﴿٢﴾  
 وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ ﴿٣﴾ أُعِدَّتْ  
 لِلْمُتَّقِينَ ﴿٤﴾ الَّذِينَ يُفْقِدُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَاءِ وَالْكَظِيمِينَ الْغَيْظَ  
 وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ﴿٥﴾ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦﴾

﴿پارہ نمبر ۳ سورۃ عمران آیات نمبر ۱۳۲ تا ۱۳۶﴾

ترجمہ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ اور پھاؤں آگ سے جو تیار ہوئی کافروں کے واسطے۔ اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا تاکہم پر رحم ہو۔ اور دوڑ و بخشش کی طرف اپنے رتب کی اور جنت کی طرف جس کا ارض ہے آسمان اور زمین، تیار ہوئی ہے واسطے پر ہیز گاروں کے۔ جو خرچ کیتے جاتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں اور دبادیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو، اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔ وَمَا عَلِمْنَا إِلَّا إِلَيْلًا۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** جزاک اللہ عزیز اللہ الرحمن الرحیم۔ جی آغا صاحب۔

**انجینئر سید محمد فضل آغا:** جناب اسپیکر! میری یہ گزارش ہے اس نے پچھلے اجلاس میں بھی ہم نے گزارش کی تھی ٹریشوری پیپر کو، اس کو سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ آج بھی آپ کے سامنے صورتحال جوں کی توں ہے۔ تو میری گزارش ہے Leader of the House سے اور وزیر اصلاح بان سے کہ اس ہاؤس کو سنجیدگی سے لیں اور اپنی حاضری یقینی بنائیں۔ یہاں ہم صرف بیٹھنے کیلئے تو نہیں آتے اور آئیں اور کچھ بولیں تو کس کے سامنے بولیں؟ یہ عوام کے پورے بلوچستان کے موجودہ حالات سے جس طرح بلوچستان گزر رہا ہے اگر اس طرح لاکھوں اسمبلی کو، ہم نے ایک مذاق بنالیا ہے تو میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس ہاؤس کی کوئی افادیت ہے اور اس طرح لاکھوں روپے ایک سیشن پر خرچ ہوتے ہیں، وہ تواریخگاں جائیں گے تو اس ہاؤس کو سنجیدگی سے لینا چاہیے۔ اور آپ مہربانی کر کے اس پر رولنگ دیں، سیکرٹری حضرات جن کے سوالات ہوتے ہیں وہ اپنی حاضری کو یقینی بنائیں۔ اور سوالات جو ہم کرتے ہیں تین، تین ماہ تک۔ آج بھی اگر وقفہ سوالات ابھی شروع ہو گا، دیکھیں گے تو اکثر 90% سوالات کے جوابات نہیں آئے ہیں۔ ہمیں سوالات کرتے ہوئے تین ماہ ہو گئے۔ اگر اس طرح اس حکومت کو چلانا ہے تو پھر میرے خیال میں سب ایم پی ایز کو بولیں ”کہ آپ گھر پر بیٹھ جائیں اور ہم چلاتے رہیں گے وہیں دفتر میں بیٹھ کے“، تو میری گزارش یہ ہے کہ آپ اس ہاؤس کو سنجیدگی سے لیں اور گورنمنٹ کو تنبیہ کریں کہ اس کو مذاق نہیں بنائے۔ لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ بہت شکر یہ۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شکر یہ آغا جان! آپ نے درست فرمایا۔ وقفہ سوالات۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 5 دریافت فرمائیں۔ چونکہ وہ نہیں ہیں تو ان کا سوال (مداخلت) ۔۔۔۔۔

**جناب سید محمد فضل آغا صاحب!** آپ اپنا سوال نمبر 45 دریافت فرمائیں۔

**انجینئر سید محمد فضل آغا:** سوال نمبر 45

اسد اللہ بلوچ (وزیر مکملہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن): سرا! وہ اپنی ذاتی مصروفیات کے حوالے سے اسلام آباد میں ہیں، اس کی غیر موجودگی میں بہتر یہی ہے کہ جتنے ہیلٹھ کے سوالات ہیں ان کو اگلے اجلاس کیلئے ڈیفر کر دیں بہتر ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** نہیں تو اس کی جگہ وزیر سماجی بہبود جواب نہیں دے سکتے؟ اگر وہ جواب دیں۔

وزیر مکملہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن: تو جواب پڑھا ہوا تصویر کیا جائے۔

45☆ **انجینئر سید محمد فضل آغا:** کیا وزیر صحبت از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

صوبہ میں قائم کردہ سرکاری ہپتالوں، ضلعی ہیڈ کوارٹر ہپتالوں ڈسپیسریز، بنیادی مرکزی صحت اور دیہی مرکزی صحت کی کل تعداد کستور ہے اور یہ عوام کو صحت کی کوئی کوئی سہولیات بھم فراہم کر رہی ہیں اور ان میں سے کتنے فعال اور غیر فعال ہیں نیزان کے غیر فعال ہونے کی وجہات کیا ہیں ضلع و تفصیل بھی دی جائے۔

**وزیر مکملہ صحت:**

جواب موصول نہیں ہوا۔

**جناب اسد اللہ بلوچ (وزیر مکملہ خوارک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن):** جناب اسپیکر! یہاں ایگر پہلے پر کے یا ہیلتھ کے چار پانچ ایسے سوال ہیں جنکے جواب اس وقت ٹیبل نہیں ہوئے ہیں دوچار کے ٹیبل ہوئے ہیں بہتر یہی ہے کہ اگلے اجلاس کے لئے ان کو ڈیفر کر دیں تو بہتر ہوگا۔

**انجیسٹر سید محمد فضل آغا:** جناب اسپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ وزیر صاحب نے پہلے فرمایا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ اب پڑھا ہوا تو ہم نے تصور کر لیا ہے ”کہ جواب موصول نہیں ہوا ہے“۔ اس سوال کو تین ماہ ہو گئے ہیں، نومبر میں ہم نے سوال دیا تھا۔ اور جس طرح ثناء صاحب نے صحیح فرمایا تھا پچھلے اجلاس میں کہ یہ ہمیں ”ماموں“ بنانا چاہتے ہیں اور ہمیں بلکہ وزیر یوں کو بھی انہوں نے ”ماموں“ بنایا ہوا ہے۔

(اذان۔ خاموشی)

میں عرض کر رہا تھا کہ تین ماہ ہو گئے ہیں سوالات دیے ہوئے ہیں صرف یہ نہیں اور بہت سارے سوالات ہیں اور کسی بھی سوال کا جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ آج اگر اس کارروائی میں دیکھ لیں تو آٹھ، دس سوالات میں ایک دو کے جواب آئے ہیں، وہ بھی نامکمل ہیں۔ اور باقی تمام پچھلے دن بھی یہی ہوا تھا کہ جواب نہیں تھا کہ اگلے سیشن کے لئے ڈیفر کر دیا۔ اب یہ اسی طرح ہم اگلے سیشن پر ڈالنے رہیں گے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** خیر آغا جان! ابھی وزیر صحت ایوان میں موجود نہیں ہیں، اسلام آباد گئے ہوئے ہیں تو اگلے اجلاس میں جتنے بھی مکملے کے سوالات ہیں، وزیر بھی آجائیں گے یہ تمام سوالات کو ڈیفر کیتے جاتے ہیں جو وزیر صحت کے حوالے سے ہیں۔

**انجیسٹر سید محمد فضل آغا:** آپ کا یہ فرمان اسر آنکھوں پر۔ اگر ایک وزیر نہیں تو دوسرا وزیر جواب دیتا ہے۔ یہ ان کی یا collective-responsibility ہے گورنمنٹ کی، ان کو جواب دینا چاہیے۔ اب اس کا تو جواب آیا نہیں ہے سیکرٹریٹ سے، ہی نہیں آئے ہیں۔ آپ کے پاس نہیں آیا ہے وزیر کے پاس نہیں آیا ہے تو ایک تماشہ گا ہوا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس پی ایس ڈی پی کو بھی اگلے سال میں ڈالیں، رو اس سال کی کارروائی کو

اگلے سال میں ڈالیں۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** آغا جان! کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں میں ان کو بھی بولتا ہوں جو بھی سوالات ہیں اگر وزیر نہ ہوں تو ان جگہ کوئی اور وزیر جواب دیں۔

**میراختر حسین لانگو:** جناب اسپیکر! آغا جان کی اور ہم دوستوں کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسمبلی اور اس اسمبلی کے معزز اراکین کو، یہاں جتنی بیوروکریسی ہیں یا جو حکومتی ادارے ہیں یا محکمے ہیں، وہ سرے سے سنجیدہ ہی نہیں لے رہے ہیں۔ جناب اسپیکر! وزیر موصوف اگر موجود نہیں ہیں لیکن اگر آج آپ اس کارروائی کو ہی دیکھ لیں تو اس میں محکمے کی طرف سے بھی کوئی جواب آپ کے اسمبلی سیکرٹریٹ میں بھی جمع نہیں کروایا گیا ہے۔ اس سے پہلے جو ہماری گزشته کارروائی تھی اُس میں بھی جو سوال ڈیلفر ہوئے تھے اُن پر بھی ہم نے یہی بات دہرانی تھی کہ محکمے اسی اسی کارروائی کو، اسمبلی کے ممبران، اس اسمبلی کے تقدس کو ہی سنجیدہ نہیں لے رہے ہیں کیوں؟ آج اپنی آفیشل گلیری میں بھی دیکھ لیں کہ آپ کے کتنے سیکرٹری صاحبان موجود ہیں؟ اصولاً تو یہ ہونا چاہیے کہ جس دن اسی اسمبلی کارروائی ہوتی تمام سیکرٹریز کو یہاں جوڑ پا رہمنٹ کے آفیشل ہیں ہیڈز ہیں اُن کو یہاں موجود ہونا چاہیے تاکہ وہ اسمبلی کی کارروائی کو سنبھال سکے اور اس پر عملدرآمد کریں۔ آج عالم یہ ہے کہ تین تین مہینوں سے آپ کے سیکرٹریٹ کی طرف سے اُن کو ہمارے سوالات بھجوائے گئے ہیں لیکن جواب آج کی کارروائی میں بھی نہیں ہیں۔ گزشته کارروائی میں بھی اکثر سوالوں کے جواب موصول نہیں ہوئے تھے۔ تو جناب اسپیکر! آپ ایک روپنگ دیں اور تمام محکموں کو اس چیز کا پابند بنائیں کہ اس اسمبلی کے تقدس کا خیال رکھیں۔ اس معزز ایوان میں جو کارروائی چلتی ہے اُس کے ممبران کا جواحت حقاق ہے، کم از کم اُس کا خیال رکھیں۔ اور ہمارے سوالوں کے جوابات دیئے جائیں۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** جی شکریہ۔ ابھی کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں۔ ملک صاحب! ایک بار کارروائی آگے بڑھاتے ہیں پھر آخر میں میں اُن کو موقع دے دیتا ہوں۔ جی جی۔

**ملک نصیر احمد شاہ ہواني:** مہربانی جناب اسپیکر! میں بھی اختر حسین کی بات کو دہراتا ہوں۔ اور گزشته اجلاس میں ہمارے جتنے بھی سوالات تھے، وہ ڈیلفر ہوئے۔ اور اُن سوالات کے علاوہ بھی کچھ پوائنٹ آف آرڈر زپر ہم نے وزیر اعلیٰ صاحب سے کچھ وضاحت چاہی تھی خصوصاً جو کیوڈی اے کا مسئلہ ہے۔ لیکن اُس کے بعد میرے دوست یہاں رہے لیکن اُس کا بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ آج کے اس اجلاس میں میرے خیال میں آٹھ سوالات ہیں جو گزشته تین ماہ پہلے ہم لوگوں نے جمع کیے تھے۔ اور آج جب یہ سوالات اس میں شامل ہیں لیکن آٹھ کے آٹھ

سوالات کے جواب میں لکھا ہوا ہے کہ ”جواب موصول نہیں ہوا ہے“۔ تو میرے خیال میں جب ہم اس اسمبلی کو ایک سال تک چلائیں، اس وقت ایسے سینکڑوں سوالات موجود ہوں گے جن کے جوابات ہمیں نہیں مل چکے ہوں گے۔ اور یہ ان کے جواب اتنے مشکل بھی نہیں ہیں۔ وزیر زراعت صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے دو سوالات پوچھے تھے، ایک تو میں نے یہ کہا تھا کہ جو بلڈوزر hours ہیں ان کی کوئی لست پڑی ہوگی، ان کی منسٹری میں، اس کو لایا جانا تھا کہ گز شستہ ادوار میں ہم نے اتنے گھنٹے جاری کیے۔ اور ان ان لوگوں کو ملا تھا۔ اس کی اگر لست وہاں پڑی ہے۔ اگر ایسے ہی انہوں نے کسی کو بغیر اس کے دیا ہے ان کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں ہے۔ تو وہ اپنی جگہ پر لیکن اگر لست موجود ہے تو تین ماہ تک میں کہتا ہوں یہ ایک بہت بڑی غفلت ہے جو بار بار میرے خیال میں جو سوالات بڑھتے جاری ہے ہیں اور اس کے بعد اپوزیشن کو کوئی اس کا جواب ملے۔ دوسرا سوال بھی آسان ہے میں نے کہا تھا کہ گز شستہ۔۔۔ (مداخلت)

**جناب قائم مقام اسپیکر:** ملک صاحب! آپ تشریف رکھیں، زراعت کے وزیر آئے ہوئے ہیں۔ میں صرف یہ ڈیپر کر رہا ہوں، مکمل صحت کے جو سوالات ہیں۔

**جناب شاء اللہ بلوچ:** شکر یہ جناب اسپیکر۔ میرے خیال میں سید فضل آغا کے سوال کے بعد میرا ایک سوال ہے، احمد نواز صاحب کا ہے لیکن میرے سوال کا جو جواب نہیں آیا ہے، اگر کہتے ہیں میں اپنے سوال کا جواب خود دے دوں گا۔ ہمارے پاس اپنے سوالوں کے جواب بھی ہیں۔ یہ بھی نہیں ہم سوال اس فورم پر اس اسمبلی میں اس لئے کرتے ہیں کہ اس فورم سے بلوچستان کے دورافتادہ علاقوں میں رہنے والے بدحال اور حکوم لوگوں کو تھوڑی سی آگاہی ہو کہ بلوچستان اس وقت کس صورتحال سے دوچار ہے۔ میں نے سوال کیا تھا جناب والا! کہ کیا وزیر صحت از رائے کرم مطلع فرمائیں گے کہ صوبے کے کون کو نے اضلاع سریقان، پٹائمش اے، بی اور سی کے مرض میں سرفہرست ہیں۔ اور کن کن اضلاع میں سریقان کی تشخیص کیلئے لیبارٹریز کا قائم عمل میں لایا گیا ہے؟ اور انہیں کون کوئی ادویات فراہم کی جا رہی ہیں؟ بہت ہی important سوال ہے بلوچستان کے ہر دوسرے آدمی کے سامنے پڑھیں آپ کے مہمان خانے میں آئیں، آپ کسی بس میں ملیں، اُس سے آپ کسی بازار میں ملیں اُس کی آنکھوں کی پیلا ہٹ، اس کے چہرے پر زردی، اس کی لاغر بدنی اس کی حکومیت ہی بتا دیتا ہے کہ بلوچستان میں کتنے فیصد لوگ پٹائمش اے، بی اور سی کا شکار ہے ہم پہلے بھی یہ کہتے چلے آ رہے تھے کہ بلوچستان ایک بیمار صوبہ ہے بلکہ ایشیاء کے بیارترین خطوطوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔

**سردار عبدالرحمن کھیتران:** جناب اسپیکر! وقفہ سوالات میں وہ ساری بیماریوں کا ذکر کر رہے ہیں۔ جب آپ

کے سوال پر آئیں گے اُس وقت kindly---(مداخلت)

**جناب قائم مقام اسپیکر:** سردار صاحب! آپ تشریف رکھیں سوالات کو ڈیلفر کیا جاتا ہے۔

**سردار عبدالرحمن کھیڑکان:** اُس کا سوال ابھی تک آیا نہیں ہے۔ اُس سے پہلے بھی چوری تقریر انہوں نے شروع کر دی۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شاء بلوج صاحب! آپ تشریف رکھیں۔۔۔(مداخلت)

**جناب شاء اللہ بلوج:** اسپیکر صاحب! میں نہیں چاہتا کہ میرا سوال ڈیلفر کر دیں اور میں محکمہ صحت کو۔۔۔(مداخلت)

**انجینئر زمرک خان اچھزی**(وزیر محکمہ زراعت و کواپریوں): جناب اسپیکر! یہ کون سے rules ہیں کہ وہ سوال بھی خود کرتا ہے اور جواب بھی خود دیتا ہے۔ اس لئے ہونہیں سکتنا ہے کوئی روپر ہیں نہ کوئی ایسی چیز ہے۔ اسپیکر صاحب! میں آپ کو ایک چیز بتاؤں (مداخلت)

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شاء بلوج صاحب! دیکھیں تمام سوالات کو اگلے سیشن کیلئے ڈیلفر کیا جاتا ہے۔

**وزیر محکمہ زراعت و کواپریوں:** جناب اسپیکر! سوال بھی وہ کرتا ہے اور کہتا ہے ”کہ جواب بھی میں دیتا ہے“۔ یہ آج تک اسمبلی میں ہوا ہے؟ اس طرح اگر روپر ہیں تو بتا دیں؟ شاء صاحب! اس طرح نہیں ہوتا آپ دوسرے سوالات میں جائیں۔ نہیں ہے آپ اس طرح نہیں دیا کریں۔ آپ rules کے مطابق چلائیں۔ جو بھی تقریر دو، دو گھنٹے کرتے ہیں۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** rules کے مطابق تو صحیح بول رہے ہیں، دو ماہ سے آپ لوگ سوالات کے جواب نہیں دے رہے ہیں۔

**جناب شاء اللہ بلوج:** اسپیکر صاحب! یہ تو آپ پر ازام تراشی کر رہے ہیں (مداخلت۔ شور)

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شاء بلوج صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ ان سوالات کو اگلے سیشن کیلئے ڈیلفر کیا جاتا ہے۔ میں وزیر صاحبان اور سکریٹری صاحبان سے کہتا ہوں، یہی ہے کہ اگلے سیشن میں یہ لوگ اپنے جوابات دے دیں۔۔۔(مداخلت) نہیں میدم! اگلے سیشن میں وزیر آجائیں گے، وہ اسلام آباد میں ہیں، شاء بلوج صاحب! آپ تشریف رکھیں، کارروائی کو آگے لے جاتے ہیں، اسپیکر کی جب رولنگ آ جاتی ہے پھر اُس میں مزید بحث کی گنجائش نہیں ہوتی۔

**جناب شاء اللہ بلوج:** پچھلا اجلاس تھا اور آپ نے رولنگ بھی دی کہ پندرہ دن کے اندر وزارتیں اپنے

جو بابات دیں۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** جی جی، پندرہ دن تو پورے نہیں ہوئے ابھی تک ناں۔

**جناب ثناء اللہ بلوج:** میرے دوست ناراض ہور ہے ہیں اس کو خوش ہونا چاہیے میں نے پہلے بھی یہ کہا کہ یہ ہاؤس حکومت کی ملکیت نہیں ہے۔

**سردار عبدالرحمن کھیتران:** جناب اسپیکر! ہم نے ملکیت کا دعویٰ نہیں کیا ہے میرا خیال ہے پورے اس ہاؤس کو شناء بلوج صاحب نے اپنی تقریر کے لئے رکھا ہوا ہے۔ 65 اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔

**جناب ثناء اللہ بلوج:** سردار صاحب دیکھیں! یہ جواہم سوالات ہیں۔ بیشک آپ آج کا جو سوال و جواب کا سیشن ہے اُس کو ڈیلفر کر دیں ہم کا روائی آگے لے جاتے ہیں ہماری قراردادیں ہیں call attention notices ہیں۔

**سردار عبدالرحمن کھیتران:** معزز رکن اسی پر آجائیں۔ طریقہ کاری یہ ہوتا ہے ایک سوال اُس کا جواب۔ کوئی ڈیلفر ہو رہا ہے یا کوئی کسی کے جواب سے مطمئن ہے، طریقہ کاری یہ ہوتا ہے۔ اب ثناء صاحب کا دیکھیں کوان سے نمبر پر ہے۔ ابھی تک تو فضل آغا صاحب کے چل رہے تھے۔ احمد نواز صاحب کے ہیں، اس طریقے سے چلے گا۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** سردار صاحب! آپ تشریف رکھیں مکمل صحت کے جو بھی سوالات ہیں وہ ڈیلفر کر دیئے گئے۔ وزیر راعت اگر آج کے سوالات کے جواب دینا چاہتے ہیں۔

**جناب ثناء اللہ بلوج:** اب یہ question answer session کا مکمل طور پر ڈیلفر کر دیں۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** نہیں، ایک منظر صاحب تو آئے ہوئے ہیں۔ اگر وہ آج اپنا جواب دینا چاہتے ہیں تو کوئی issue نہیں ہے۔

**وزیر یحیم راعت کو آپریوائز:** میرا جو ایک سوال ہے، وہ ثناء صاحب کا ہے اُس کا جواب آیا ہوا ہے۔ وہ اس کو پڑھ لیں اگر وہ اس سے مطمئن ہیں ٹھیک ہے نہیں تو کوئی ضمنی question کر سکتا ہے اس کے متعلق میں ان کو جواب دے دوں گا۔ اور دوسرا جس طرح نصیر شاہو ایسی صاحب نے کہا، اُس کا جواب موصول نہیں ہوا لیکن میں حاجی صاحب سے کہتا ہوں کہ جب آپ پانچ سال کے گھنٹے، جو ایک آدمی کا ہزار گھنٹے اگر وہ لوگوں میں تقسیم کر کے دیتے ہیں تو اُس میں کم از کم ایک ڈیڑھ ماہ لگے گا کہ اُس لست کو ہم اکھٹا کر کے کہ کتنے لوگوں میں یہ تقسیم ہوا ہے۔ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے جس طرح یہ کہتے ہیں۔ پوری تفصیل اس کو دینا، پورے پانچ سال کی تفصیل۔ ایک ممبر نے پانچ سو لوگوں کو گھنٹے دیئے ہوئے ہیں تو وہ ہم کر دینگے آپ کے لئے آ جائیگا۔

میں اس question کا بھی دے دوں گا لیکن ابھی جس question کا جواب آیا ہوا ہے اُس پر شنا صاحب سے۔۔۔ (مداخلت)

**ملک نصیر احمد شاہ ہواني:** جناب اسپیکر! میرے خیال میں ان کو اکھٹے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُس کی لست پڑی ہو گئی صرف ایوان میں پیش کرنا ہے۔ کونسا وہ لوگوں کو ڈھونڈنا پڑیگا ان کو لانا پڑیگا؟ آپ نے کن کو گھنٹے دیئے ہوئے ہیں، ان کی لست پڑی ہے ایوان میں پیش کیا جائے۔ اس کو ڈیڑھ ماہ تو گزر چکا ہے۔

**انجینئر زمرک خان اچخزی (وزیر ملکہ زراعت و کوار پریثوز):** ہر ڈسٹرکٹ کا اپنا ایک انجینئر زمرک ہوتا ہے ان سے لست منگوانی پڑتی ہے اور اس کے ذریعے ہم ان کو اکھٹے کر کے آپ کے سامنے پیش کریں گے انشاء اللہ۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** چلیں ابھی کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں۔ وقفہ سوالات ختم، جو سوالات ہیں وہ اگلے سیشن کے لئے ڈیفر کیتے جاتے ہیں۔ سارے سوالات اگلے سیشن کے لئے ڈیفر کئے جاتے ہیں، سردار صاحب! گلے سیشن میں کر لیتے ہیں، ابھی میں نے رونگ دے دی ہے بس۔

**سردار عبدالرحمن کھیتران:** اسپیکر صاحب! نہیں آپ یہ rules کے تحت چلا گئیں۔ ایک سوال ہوا ہے اس کا جواب آیا ہے۔ سوال کنندہ بھی موجود ہے جواب وہ ہندہ بھی موجود ہے۔ اگر وہ اس سے مطمئن نہیں ہوتا سب ڈیفر کر دیں۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** نہیں، یہ تو وہ بول رہے ہیں کہ ان کا سارا ڈیٹا ہر ڈسٹرکٹ سے میں نے collect کرنا ہے۔

**سردار عبدالرحمن کھیتران:** نہیں نہیں، آپ پڑھیں تو صحیح، زیتون والا ہے دوسرا ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** بس یہ اگلے سیشن کے لئے ڈیفر کرتے ہیں۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

### رخصت کی درخواستیں

**سیکرٹری اسمبلی:** سردار سرفراز چاکر ڈوکی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ موصوف بھی مصروفیت کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** سردار محمد صالح بھوتانی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر نصیب اللہ مری صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قادر ہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر محمد عمر خان جمالی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ موصوف کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قادر ہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: ملک محمد نعیم بازی صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ موصوف کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قادر ہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: جناب عبدالحالق ہزارہ صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ موصوف کوئی سے باہر ہونے کی بنا 18 دسمبر اور آج کی نشتوں میں شرکت کرنے سے قادر ہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: ملک سندر خان ایڈوکیٹ، قائد حزب اختلاف صاحب نے بذریعہ فون اطلاع دی ہے کہ موصوف نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: سردار یار محمد رند صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قادر ہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میر یونس عزیز ہری صاحب نے کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی: میرا کبیر میں گل صاحب نے بذریعہ فون اطلاع دی ہے کہ موصوف کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** جناب ثانیس جانسن صاحب ناسازی طبیعت کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** محترمہ فریدہ صاحبہ نے کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

**سیکرٹری اسمبلی:** محترمہ بانو صاحبہ نے کوئی سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

ملک سندر ایڈ و کیٹ صاحب، قائد حزب اختلاف، جناب ثناء اللہ بلوج، جناب اکبر مینگل، میر جمل کلمتی، ملک نصیر احمد شاہوی، میر اختر حسین لانگو، جناب محمد رحیم مینگل، جناب محمد نواز کا کڑ، عبدالواحد صدیقی، میر یوسف عزیز زہری جناب احمد نواز بلوج، جناب اصغر خان ترین، جناب شام لال لاسی، اراکین اسمبلی سے مشترکہ التوانumber 4 موصول ہوئی ہے۔ قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر-A-75 کے تحت تحریک التوانumber 4 پڑھ کر سنا تا ہوں تحریک یہ ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے مورخہ 13 دسمبر 2018ء کی روونگ کی کارروائی کے ناظر میں بلوچستان میں پینے کے صاف پانی سے محرومی اور ستر فیصد آبادی کو عدم فراہمی پر عوام میں احساس محرومی اور تشویش پائی جاتی ہے۔ لہذا اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہم اور فوری عوامی نویعت کے حامل مسئلے کو زیر بحث لایا جائے۔ آیا محکین کو مشترکہ تحریک التوانumber 4 پیش کرنے کی اجازت دی جائے؟ چونکہ مشترکہ تحریک التوانumber 4 کو ایوان کی جمایت حاصل ہو گئی لہذا اراکین اسمبلی میں سے کوئی رکن اپنی مشترکہ تحریک التوانumber 4 پڑھ کر سنا نہیں۔

**جناب ثناء اللہ بلوج:** شکریہ جناب اسپیکر! بڑے افسوس کی بات ہے ویسے تو بلوچستان میں تو پانی کا مسئلہ میرے خیال میں کل پرسوں بھی میں نے ذکر کیا تھا کہ بلوچستان وہ بدقسمت صوبہ ہے جہاں کی 70 فیصد آبادی جو، تالاب، کنوئیں اور ندی نالے کا پانی پینے پر مجبور ہے، اس کا نوٹس گر شتنہ 70 سالوں میں بلوچستان کی جو گز شتنہ حکومتیں ہیں ان کو لینا چاہیے تھا۔ بلوچستان کی جو موجودہ حکومت ہے۔۔۔ (مداخلت) تحریک التوانا اسپیکر صاحب

نے پڑھ لیا ہے۔ میں اس کی admissibility پر بات کروں گا، آپ کہتے ہیں، میں دوبارہ دہرا دوں، اپیکر صاحب نے خود پڑھ لیا، ٹھیک اپیکر صاحب! آپ کی اجازت دوبارہ تحریک التوا پڑھ لوں، سردار صاحب کا شوق پورا کرتے ہیں۔

جناب قائم مقام اپیکر: آپ پڑھ لیں۔

#### مشترک تحریک التوانہ 4

جناب ثناء اللہ بلوچ: ہم اسمبلی قواعد و انصباط کاربجیر یہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 70 کے تحت ذیل تحریک التوانہ کا نوٹس دیتے ہیں۔ تحریک یہ ہے کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے مورخہ 13 دسمبر 2018ء کی رولنگ اور کارروائی کے تناظر میں بلوچستان میں پینے کے صاف پانی سے محرومی اور ستر فیصد آبادی کو عدم فراہمی پر عوام میں احساس محرومی اور تشویش پائی جاتی ہے۔ (ساری چیزیں مسلک ہیں) الہذا اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہم اور فوری عوامی نوعیت کے حامل مسئلے کو زیر بحث لا جائے۔ اجازت ہے جناب؟

جناب قائم مقام اپیکر: جی، جی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ: سر! میں یقیناً آج اس کی admissibility پر صرف دو باتیں کر کے میں پھر چاہوں گا اسکو Monday یا Tuesday کے لئے پھر آپ بعد میں اسکی بحث کیلئے کوئی دن مقرر کریں۔ جناب اپیکر! پانی ہماری بنیادی انسانی ضرورتوں میں سے ایک ہے۔ انسان کا جسم کا ساٹھ سے ستر فیصد جو ہمارے جسم کا حصہ ہے، وہ پانی پر مشتمل ہے۔ اور اگر کسی معاشرے میں انسان کو پینے کے لئے صاف پانی نہ ملے تو پھر ایسے معاشرے میں ہم کیا موقع کر سکتے ہیں کہ اُس کو اچھی خوراک ملے گی، اُس کو اچھی تعلیم ملے گی، اس کو اچھا روزگار ملے گا، اُس کو امن و امان ملے گا اُس کو سخت کی سہولتیں ملیں گی اُسے شرف انسانیت ملے گا۔ آئین کا آرٹیکل 829 fundamental rights کی بات کرتا ہے۔ بنیادی حقوق آئین میں درج ہیں کہ ہر شہری کو بلا تفریق پینے کا صاف پانی، سخت کی سہولتیں، تعلیم کی سہولتیں، روزگار کے موقع، رہائش کے لئے shelter یعنی پناہ گا ہیں کچھ بھی ہو، گھر۔ یہ فراہم کرنا ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے۔ تو بلوچستان ریاست کا ایک federating unit ہے پاکستان کا۔ تو بلوچستان میں کسی بھی حکومت نے گزشتہ تقریباً ستر سالوں میں جو بھی حکومت آئی ہے، کسی بھی حکومت نے کبھی آئین کے fundamental rights کا آرٹیکل، سب آرٹیکل، سیکشن یا سب سیکشن، کوئی بھی کھول کر نہیں پڑھا۔ کہ جب ہمیں حکومت خداوند تبارک و تعالیٰ اور عوام کی مدد سے ملتی ہے تو ہماری ذمہ داریوں میں صرف پلیں، سڑکیں بنانا نہیں ہے بلکہ ہماری ذمہ داریوں میں یہ شامل

ہے کہ ہم انسان کی شرف انسانیت سے متعلق جو بھی بنیادی ضروریات ہیں، وہ فراہم کریں۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ اگر بھاگ ناڑی میں پانی کے مستثنے کو سپریم کورٹ take-up نہیں کرتا تو بھاگ ناڑی کے لئے سات کروڑ روپے جاری نہیں کئے جاتے۔ آج بھاگ ناڑی یہ بلوچستان کا ایک چھوٹا سا علاقہ ہے۔ آج پورے بلوچستان کے تمام اضلاع میں چاہے حکومتی ادارکین تشریف فرمائیں اور اپوزیشن کے ادارکین بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم سب کے علاقے میں حالات یکساں ہیں۔ بلوچستان کا جو پانی سے متعلق data ہے وہ بالکل یہی کہتا ہے کہ بلوچستان میں 70 سے 72 فیصد بیماریاں ہیں، بلوچستان میں جو حالات ہیں۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شاء بلوج صاحب! اس کو پھر آگے آپ جس دن بحث کیلئے ہم مقرر کرتے ہیں اسی دن پھر آپ تفصیل سے اس پر بات کریں۔

**جناب شاء اللہ بلوج:** thank you جناب اسپیکر! تو میں چاہتا ہوں کہ اس کو گلے آنے والے اجلاس کے لئے بحث کیلئے رکھ دیں تاکہ اس پر تفصیل سے بات ہو اور بلوچستان میں پینے کے پانی سے متعلق ایک جامع منصوبہ، پالیسی تشكیل دی جائے thank you very much جناب اسپیکر۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** مشترکہ التوانبر 4 پیش ہوئی لہذا اس تحریک کو مورخ 24 دسمبر 2018ء بروز سوموار بحث کے لئے منظور کیا جاتا ہے۔ غیر سرکاری کارروائی بے عوض جمعرات۔ جناب شاء بلوج صاحب آپ اپنی قرارداد نمبر 8 پیش کریں۔

### قرارداد نمبر 8

**جناب شاء اللہ بلوج:** شکریہ جناب اسپیکر! ہرگاہ کہ چاہنا پاکستان اکنا مک کوریڈور(CPEC) کی مد میں ملک بھر میں 62 ارب ڈالر کے قریب سرمایہ کاری کی گئی ہے۔ لیکن بلوچستان کو نظر انداز کیا گیا، جس کی وجہ سے صوبے کے عوام میں احساسِ محرومی پائی جاتی ہے۔ لہذا یہ یوں صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ CPEC کی مد میں کی جانبی ای غیر منصفانہ تقسیم کی بابت فوری طور پر ایک قوی کمیشن کی تشكیل کا اعلان کرے۔ بلوچستان کو CPEC کے منصوبے کی تفصیلات اور رقمبہ کی بنیاد پر اسکا حق ادا کرنے کو یقینی بنائے تاکہ صوبے کے عوام میں پائی جانبی احساسِ محرومی کا ازالہ ممکن ہو۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** قرارداد نمبر 8 پیش ہوئی کیا محرك اپنی قرارداد نمبر 8 کی admissibility کی وضاحت فرمائیں گے۔

**جناب شاء اللہ بلوج:** جناب اسپیکر! بلوچستان پاکستان کے 62% رقبے پر مشتمل ہے اور بلوچستان کو

اللہ تعالیٰ نے اس کی جغرافیائی اہمیت اور حیثیت کی وجہ سے اس پرے خطے میں ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ بلوچستان گوکہ ابھی پاکستان کا ایک administrative province ہے یا اس کو انتظامی صوبہ کہا جاتا ہے۔ لیکن درحقیقت بلوچستان اپنے آپ میں ایک region ہے۔ ایک بہت بڑا اور یہ وہ جو مشرق وسطیٰ کو جنوبی ایشیاء کو اور جنوب مغربی ایشیاء کو آپس میں ملاتا ہے۔ تو بلوچستان کی اہمیت تاریخی طور پر ہمیشہ یہاں رہی ہے۔ چاہے پر ٹکیز یوں کے وقت میں گوادر پر انگلی یلغار اور حمل کلمتی اور انکے ساتھیوں کی اُس یلغار کو روکنے کی کوشش ہو۔ پھر میر محاب خان کی شکل میں 13 نومبر 1839ء کو انگریزوں کی یلغار تاکہ فلات پر قبضہ کر کے اس خطے میں اپنی ایک کالونی اور آپادی بنالیں۔ اُسکے بعد جتنی بھی بلوچستان کی جغرافیائی اہمیت کے حوالے سے کوششیں ہوئی ہیں، بلوچستان کے عوام نے سیاسی، دفاعی اور سفارتی حوالے سے بڑی کوششیں کی ہیں کہ بلوچستان کی اپنی entity کو، اُس کی حیثیت کو برقرار کر کا جائے۔ 4 اکتوبر 1947ء کو جب بلوچستان، پاکستان میں شامل ہو رہا تھا تو محمد علی جناح صاحب کا ایک خطاب ہے۔ جس میں وہ کہتے ہیں کہ اگر بلوچستان کے عوام پاکستان میں شامل ہوں گے تو بلوچستان کو تمام تر امور میں، چاہے وہ سیاست کے امور ہوں، معاشی امور ہوں، معاشرتی امور ہوں، انتظامی امور ہوں، بلوچستان کو فوقيت برتری حاصل ہوگی۔ لیکن 4 اکتوبر 1947ء کے محمد علی جناح صاحب کی اُس تقریر کے بعد جب جام سبیلہ، نواب خاران، نواب مکران اور پھر خان آف فلات نے پاکستان کے ساتھ excisions کے agreements پر sign کیا۔ اُس کے بعد پاکستان میں 3 آئیں آئے۔ 58ء کا، 62ء کا، 73ء کا، پھر 18h amended constitution with 18h constitutions میں میں نے جس طرح پہلے ذکر کیا کہ بلوچستان کو فوقيت اور برتری تو اپنی جگہ، بلوچستان کو برابری بھی حاصل نہیں ہوئی ہے، ہم فوقيت کی بات نہیں کرتے ہیں۔ ہم برتری کی بات نہیں کرتے ہم کہتے ہیں کہ پاکستان میں بلوچستان کے عوام کو، بلوچستان کے خطے کو مکمل ازکم برابری کی بنیاد پر پاکستان کے وفاق میں اُس کا حق ملنا چاہیے۔ ہمیں سیاسی بنیادوں پر ہمارا حق نہیں مل رہا ہمیں معاشی بنیادوں پر گزشتہ تقریباً 70 سالوں سے جو بھی حکومتیں آئی ہیں، ہمارے ساتھ وعدے، ہمارے ساتھ قول و قرار کیے جاتے ہیں لیکن اُسکے بد لے میں ہر 10-15 سال کے بعد کسی بھی حکمران کا معافی نامہ آ جاتا ہے ”کہ جی ہم معدرن خواہ ہیں کہ ہم نے بلوچستان کے ساتھ زیادتی کی ہے“۔ اب کیونکہ دو، تین phases ہیں جب history میں، ایک تھا colonization کا پھر ایک cold war تھا تو بلوچستان کا تو اُس وقت بلوچستان میں جب cold war تھا تو یہاں سرد جنگ تھی تو بلوچستان کو ایک دانستہ طور پر پسمندہ رکھنے کی ایک پالیسی

دی۔ وہ بڑی طاقتون کی بھی تھی اور ہمارے اسلام آباد کے بڑے اعلیٰ کاربھی اس میں شامل تھے۔ ”کہ جی اگر بلوچستان ترقی یافتہ ہوگا بلوچستان کے لوگوں میں شعور بلوچستان کے لوگوں میں آگاہی اور بلوچستان کے لوگوں میں قابلیت آئیگی تو ان کو اپنے ریگ اپنے سنگ مرمر اپنے تیل اپنے سونے، چاندی، سمندر، معدنیات، فرشیز اس جفرافیائی کی اہمیت سے ان کو آگاہی حاصل ہوگی۔ لہذا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بلوچستان کو جتنا بھی پسماندہ رکھا جاسکتا ہے ایک systematic طریقے سے deliberate under development کی policy کے تحت بلوچستان کو چھپے چھوڑ دیا گیا۔ cold war ختم ہوا۔ گزشتہ 20 سے 30 سالوں میں China ایک بڑی اپنی طاقت کے طور پر سامنے آیا ہے۔ China کی اس خطے میں جو ترقی ہے اُس کی آبادی ہے خوشحالی ہے، ہم اُنکو مبارک باودیتے ہیں اُن کی لیدر شپ کو۔ اور پھر جب اس خطے میں sir order in the house کی ترقی کے بعد کے ہاؤس میں آرڈر کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ پھر جناب والا! جب بالخصوص China کی ترقی کے بعد پاکستان کی جب خارجہ پالیسی میں تھوڑی سی تبدیلی آئی تو یہ کوشش کی گئی کہ جی China کے معاشی طریقے سے ہم کچھ فوائد حاصل کریں۔ تو یہ 2013ء میں، 2012ء میں جب چین کے صدر نے one belt one road initiative کا ایک vision دیا۔ انہوں نے چھ سے سات corridors کی نشاندہی کی۔ اُس میں ایک China-Pakistan Economic Corridor کی نشاندہی کی۔ اُس China-Pakistan Economic Corridor پاکستان میں ایک معاشی انقلاب لے آئیگا۔ پاکستان ایک asian tiger بنے گا اور بلوچستان پاکستان کا economic tiger بنے گا۔ اس سلسلے میں جو بھی بنیادی چھپلی حکومت مسلم لیگ (ن) نواز شریف کی تھی اس نے 14-2013ء میں بالخصوص MOUs و تخطیح ہوئے اُن میں 52 کے قریب memorandum of understanding میں اسکا جو portfolio تھا وہ 33 ارب ڈالر کا تھا جو تو قریباً 4 ہزار ارب پاکستانی روپے میں بنے ہیں۔ جب معاملات تھوڑے سے آگے بڑھے تو پتہ یہ چلا کہ جی نومبر میں گواہر کی جو پورٹ ہے، جو پہلے سنگاپور پورٹ اتحاری کے پاس تھی، وہ پورٹ جناب والا! اُٹھا کہ ہماری فیڈرل گورنمنٹ نے بغیر بلوچستان حکومت کو پوچھئے، بغیر بلوچستان کے عوام سے صلاح و مشورہ کے۔ بغیر بلوچستان کی اسمبلی میں کوئی قرارداد کوئی بحث و مباحثہ پیش کیے گواہر جو بلوچستان کے لوگوں کے لیے بہت اہم ہے، جناب والا! وہ کیوں اہم ہے؟ میں آپ کو

ایک چھوٹی سی مثال دوں۔ جاپان اور چین میں اس وقت کوئی سوڈیہ سوال سے ایک بہت بڑا تنازعہ چل رہا ہے بہت بڑا سفارتی تنازعہ ہے۔ اور تقریباً ان کی فوجیں بھی کافی دفعہ آمنے سامنے ہوئی ہیں۔ وہ کیوں ہوئی ہیں کہ وہاں ”Dahoo آئی لینڈ“ کے نام سے ایک چھوٹے چھوٹے چھوٹے جزیروں کا سلسلہ ہے۔ جو سات مریع کلو میٹر پر مشتمل ہے۔ تو ڈیہ سوال سے آپس میں لڑ رہے ہیں کہ اس سے ہماری قومی شناخت وابسطہ ہے۔ تو جب چاٹنا اور جاپان جیسی economic superpowers سات کلومیٹر کے چھوٹے چھوٹے چھوٹے سمندر کے اندر ٹیکیوں پر اتنی کشیدگی اختیار کر سکتے ہیں۔ تو ہم تو کہتے ہیں کشیدگی نہیں، ہم لڑنے جھگڑنے والے نہیں۔ لیکن گوادر کے ساتھ ہماری تاریخ، ہماری history، ہماری نہمت، ہماری حب الوطنی، ہماری ثقافت وابسطہ ہے، تو کم از کم گوادر کے حوالے سے جب وفاتی حکومت نے۔ کیونکہ گوادر federal legislative list اسکا حصہ ہے تو کم از کم گوادر کے حوالے سے بلوچستان کے عوام کو اعتماد میں لینا جانا چاہیے تھا کہ جو 40 سال کا معاهدہ ہے سنگاپور پورٹ اتحاری سے لیکر جو چائینا کی نئی کمپنی ہے جاٹنا اور سیزر پورٹ کمپنی کو جب دیا جا رہا تھا تو کم از کم یہ معاهدہ اس وقت زیر بحث لا یا جاتا۔ مگر یہ معاهدہ زیر بحث نہیں لا یا گیا۔ نواب اسلام رئیسانی صاحب بھی یہاں موجود ہیں۔ ان کی قرارداد بھی کچھ اسی سے ملتی جلتی آج کے اس میں پڑی ہوئی ہے۔ ہم اراکین اسمبلی نہیں تھے۔ میں نے تسلسل کے ساتھ جناب والا! یہ 2016ء یہ 2013ء کا میرا آرٹیکل ہے Gwadar-China in Baloch Apprehension, September 2016 کے فرزنڈ ہیں ہم نے بلوچستان میں گوادر کے حوالے سے اس مسئلے کو highlight کرنے کی کوشش کی۔ لیکن حکومت بلوچستان جو سابقہ حکومتیں تھیں انہوں نے اس پر مکمل خاموشی، مجرمانہ خاموشی اختیار کی۔ اور یہ ہوا کہ آج تک گوادر سے متعلق معاهدہ، وہ اس اسمبلی میں یا بلوچستان کی حکومت کے پاس بھی نہیں ہے۔ تو سی پیک کا سب سے بڑا جو component ہے، وہ گوادر ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں جناب وزیر اعلیٰ بیٹھے ہیں اُن کی ٹیم بیٹھی ہے کہ سب سے بڑا اسی پیک کا important مسئلہ صرف نہیں ہے کہ ہمیں پانچ، دس روزگار میں۔ اس طبق کے ساتھ اس مٹی کی ساتھ ہماری تاریخ کلپھر، ثقافت اور ہماری جسم و جان بڑی ہوئی ہے اس وطن کے کسی بھی حصے کو کونے کو جب کسی معاهدے کے تحت دیا جاتا ہے تو کم از کم ہمیں علم ہونا چاہیے کہ اس معاهدے کی نوعیت کیا ہے۔ اس معاهدے سے ہمیں معاشی اور معاشرتی فوائد کیا ملیں گے اور اس معاهدے سے ہمارے environment کو کیا نقصان ہوگا اس ہمارے سماجی، معاشی اور معاشرتی زندگی میں کیا اثرات مرتب

ہوں گے۔ یہ جاننا بلوچستان کے عوام کا آئینی، سیاسی، جمہوری حق ہے۔ تو اہنہا پہلی بات جو سی پیک کے حوالے سے میں کرنا چاہتا ہوں ٹریشری نیچر سے کہ آپ سی پیک کے حوالے سے جو 2013ء میں معاملہ ہے چاٹاپورٹ کمپنی کے ساتھ وہ بلوچستان اسمبلی میں اور بلوچستان کی حکومت کے پاس آ جانا چاہیے اس کو پیش کیا جانا چاہیے۔ اب میں آتا ہوں جناب والا! سی پیک کے دوسرے اہم issues پر۔ کیونکہ سی پیک کے بہت سے معاملات کو ہم نے presentations کیتے ہیں، وڈیوز ہیں۔ میں بہت concrete چیزوں میں ابھی اس وقت نہیں جانا چاہتا۔ کچھ چیزیں جانا بہت ضروری ہے پاکستان اس وقت اور خاص کر ہمارے حکومتی اداروں کے لیے جب وہ جائیں گے اپنا کیس لڑیں گے تو یہ چیزیں وہاں انکو پیش کرنے کے لیے بہت ضروری ہیں۔ اگر وہ اپنی مجلس گھروں میں کر لیں تھوڑی سی توجہ کے ساتھ سن لیں۔ جناب والا! پاکستان اس وقت دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک کو کہتے ہیں eastern-rim و دوسرے کو کہتے ہیں western-rim اور جو سی پیک ہے یہ یہ تو China یا China-Pakistan Economic Corridor اور پاکستان کے درمیان ایک corridor ہے۔ ایک economic contract ہے۔ لیکن جس دن سی پیک شروع ہوا چاہیے تو یہ تھا بلوچستان کی گزشتہ حکومتیں تھوڑی سی vision سے کام لیتیں۔ یہ ایک نیا socio-economic contract develop ہو رہا ہے فیڈریشن اور فیڈریشن یونٹ کی ساتھ۔ صوبے اور وفاقی سی پیک کے توسط سے ایک نئے socio-economic contract میں داخل ہو رہے ہیں لیکن اس socio-economic contract کو تو بلوچستان میں کسی نے explore کیا نہ سمجھنے کی کوشش کی نہ اس پر کسی نے لکھا اس پر حکومت بلوچستان نے کوئی سنجیدہ ہی کوشش کی۔ اب میں آپ کو بتانا چاہوں گا جناب والا! ہیں جو 33 ارب energy projects کے قریب 15 کے شروع ہو گی۔ اور میرے خیال میں فیڈرل گورنمنٹ کو یہ سوچنا چاہیے کہ پاکستان کے اگر کچھ علاقے divide ہتھ پسند نہ رہ جائیں گے اور کچھ بہت ترقی کر جائیں گے۔ یہ divide کل سیاسی، معاشی اور معاشرتی تقسیم کا سبب بن سکتی ہے۔ جو پاکستان کا eastern-rim ہے جناب والا! وہ بہت ترقی یافتہ ہے بہت تعلیمی سہولیات ہیں بہتر شرح تعلیم ہے تعلیم کا معیار پاکستان کی eastern-rim میں نادرن پنجاب، سندھ اور ان علاقوں میں بہت بہتر ہے۔ پاکستان کی تقریباً 99% صنعتی زندگی وہ اس وقت

میں ہے۔ پاکستان کے پانی آپاشی irrigation کا جو سارا اسٹم ہے اگر لیکچر کا وہ پاکستان eastern-rim کے حصے میں ہے۔ پاکستان کی جو سب سے بہترین صحت کی سہولتیں ہیں ہمارے لوگ بھی مجبور ہو کر جاتے ہیں وہ پاکستان کے سارے eastern rim میں ہیں۔ سندھ اور پنجاب کے ان علاقوں میں۔ اور اسکے بعد جو اس وقت portfolio ہے وہ 62 سے 68 billion dollar 72 کا ہے کہیں جا کر کہتے ہیں کہ 8 ہزار ارب روپے کا portfolio ہے سی پیک۔ تجناب والا! یہ تمام portfolio میں سے، یہی پیک کے portfolio میں سے یہ اکثریت 99% یہ پاکستان کے eastern rim میں ہے۔ اس کے علاوہ اب western rim کیا ہے؟ پاکستان کا جو western rim ہے وہ یہ ہے جناب والا! آپ کے ثوب سے فٹا سے موئی خیل سے یہ بلوچستان کا سارا مغربی علاقہ شروع ہوتا ہے۔ یہ سارے بلوچستان کے علاقے، یہ پاکستان کے western rim کہلاتے ہیں۔ اور پاکستان کے western rim میں جناب والا! آپ کو خود پتہ ہے میں دوبارہ اعداد و شمار میں نہیں جاؤں گا۔ بلوچستان میں کثیر الجھتی غربت وہ 86% ہیں۔ فٹا میں کثیر الجھتی غربت جناب والا! 78% ہے۔ بلوچستان highest-rate of unemployment ہے۔ بلوچستان 88% از جی کے تمام ذرائع سے محروم ہے جس میں گیس، بجلی اور باقی جو ذرائع ہیں fuel کے وہ شامل نہیں ہیں۔ بلوچستان میں اچھی human resource development skills کے لیے یونیورسٹیاں نہیں ہیں۔ بلوچستان میں تمام محرومیاں جو آپ کہیں کہیں اگر خلے میں آپ کو دیکھنی ہوں تو آپ یہ western rim میں پائی جاتی ہیں۔ تو اسیں گڑ بڑ کیا ہوئی جناب والا؟ اب سی پیک میں جب سی پیک کا سارا عمل تشكیل پارہتا تو ہم نے اس وقت ایک ڈیمائلڈ کی۔ اور میں یہ فخر یہ طور پر کہہ سکتا ہوں کہ بلوچستان نیشنل پارٹی وہ پہلی جماعت تھی جس کے قائد سردار اختر مینگل صاحب نے اسلام آباد میں آل پارٹیز کانفرنس کا انعقاد کیا۔ جس میں تمام جماعتوں کو دعوت دی گئی کہ وہ آئیں اور یہ جو مشرقی اور مغربی corridor کا جو مسئلہ تھا اس کے علاوہ اصل میں مغربی corridor ہم صرف اس لیے نہیں کہتے کہ ہمیں کچھ سڑکیں چاہئیں۔ ہم مغربی corridor میں دراصل idea اور concept یہی تھا کہ مغربی corridor سے بجلی کی لائنیں بچھیں۔ مغربی corridor میں بجلی کے بڑے کارخانے، بجلی پیدا کرنے کے لگے۔ مغربی corridor میں ایجوکیشن کے corridor میں بنے۔ مغربی corridor میں ہیئتہ کے

میں بھی کھلے۔ مغربی corridor میں employment corridor کے لیے industrialization کے بہت بڑے شہریں آباد کیے جائیں۔ تو اصل میں جو مغربی corridor کا concept تھا وہ صرف ایک روڈ نہیں ہے جو ڈی آئی خان سے ٹزوپ اور کوئٹہ کو آ کر connect کریں۔ تو یہ concept ہم نے 2015ء اور 2016ء میں جا کہ APC میں سردار اختر مینگل صاحب نے دی۔ پھر اس وقت یہ کمیشن، ایک چھوٹی سی کمیٹی نواز شریف صاحب نے بنائی۔ ہمارا مطالبہ اس وقت بھی یہی تھا کیونکہ میں بہت سی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا وقت کی کمی ہے دوسرے دوست بات کریں گے۔ جو رہ گیا پھر بھی۔ جناب وزیر اعلیٰ صاحب! اپنیکر صاحب آپ کے توسط سے۔ ہمارا اس وقت مطالبہ یہ ہے کہ جو planning and development and reform commission ہے ہمارے اسلام آباد میں۔ اُس نے جو بھی بلوچستان کے ساتھ احسن اقبال صاحب کی سربراہی میں کرنا تھا کر لیا۔ اب بلوچستان کے حوالے سے اگر اس کا کوئی ازالہ ہونا ہے تو جب تک سی پیک کے حوالے سے ایک نیشنل کمیشن نہیں بنتا، سی پیک کا وہ کمیشن پاکستان کے تمام علاقوں کی غربت، ملکوئی، محرومی، بیرونی، تعلیم، صحت اور دیگر تمام مسائل کو مد نظر رکھ کر سی پیک کی ڈسٹری پیش پر کوئی ادارہ نہیں بنتا اُس وقت تک بلوچستان کو سی پیک سے کچھ نہیں ملتا۔ وزیر اعلیٰ صاحب کے بیان سے وزیر اعلیٰ صاحب کے CJC کی مینگ میں نہ جانے سے کوئی بھی فرق نہیں پڑیگا۔ کیونکہ آپ نہیں گئے، سنہ والے اپنی تفصیلات کے ساتھ چلے گئے۔ وہ بھی جناب والا! canal کی linings کے لئے، irrigation کے لئے پیسے لا رہے ہیں۔ وہ mass-transit کے لئے لا رہے ہیں روڈز کے لئے لا رہے ہیں بھلی کے کارخانوں کے لئے لا رہے ہیں۔ بلوچستان میں ہم نے جتنا بھی احتجاج کرنا تھا جتنی بھی ہم نے بلوچستان کا کیس تھا وہ اڑنے کی کوشش کی۔ اب جو اس وقت سی پیک کا ہوگا اور دوسری بات جناب والا! میں آتا ہوں تھوڑی تھوڑی بلوچستان کی contribution کے حوالے سے۔ بلوچستان کا جو contribution ہے سی پیک میں وہ جناب والا! تقریباً کوئی 64% - 63% سے زیادہ ہے۔ 700 square kilometer کے قریب طویل ساحل، deep-sea-port، minerals اور area resources corridor 62% یا یا اسکی زمین یا راستہ وہ ہماری طرف سے ملے گا۔ اور اس کے علاوہ جناب والا! اگر کوئی یہاں environmental damage ہوتا ہے اُس میں بھی سب سے زیادہ حصہ ہمارے گلے پڑنے والا ہے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہماری 62% contribution بلوچستان کی ہے۔ اور in-written بلوچستان کو صرف 400 million dollars ملے ہیں۔ جو تقریباً

جناب والا! پھر تیس سے چالیس ارب سے بھی کم ہے۔ اب یہ تیس سے چالیس ارب روپے بلوجستان میں لگے کہاں ہیں؟ آپ بھی حیران ہوں گے کہ موئی خیل میں نہیں ہیں خضدار میں نہیں ہیں کوئی میں نہیں ہیں۔ ایک انہوں نے اسکول بنایا ہے ایک پرائمری اسکول اپ گریڈ کیا ہوا ہے فقیر کالونی، گواڑ میں ہے۔ دوسرا ایک انٹرنشنل ائیر پورٹ بن رہا ہے۔ اور انٹرنشنل ائیر پورٹ جتنا بھی بڑا ہو چاہے وہ نیویارک کے ائیر پورٹ جتنا بنالیں۔ جناب والا! ائیر پورٹ سے حاصل ہونے والی آمدنی کا ایک روپیہ بھی بلوجستان کے خزانے میں نہیں آئے گا۔ کیونکہ Ports اور Constitutionally Airports وہ فیڈرل گورنمنٹ کے subjects ہیں۔ تو یہ سارا پیسہ کل فیڈرل گورنمنٹ کو ملے گا۔ ان کی ملازمتوں پر بھی آپ کو کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ ملازمتیں بھی تقسیم ہوتی ہیں آپ کی آبادی کے حساب سے۔ تو یہ کوئی خوش نہیں میں ہیں کہ جو چار سو ملین یا پانچ سو ملین کی جوڈہ و پہنچ ہے۔ اب اس کے impact, socio economic impact CPEO کا ہمارے اوپر نہیں آیا۔ بلوجستان میں آپ کو چھوٹی سی مثال دوں کہ پندرہ بجکل پیدا کرنے والے کارخانے۔۔۔۔۔ (مداخلت)

**سردار عبدالرحمن کھیتران:** جناب اسپیکر! آپ کوئی time کی limit کا لارکھ لیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ قرارداد پر مطلب کوئی limit ہونی چاہیے۔ ابھی میں وہ تراویح بھی پڑھ کے آیا لیکن جی وہ جاری و ساری ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** قرارداد کا ٹائم ہے پندرہ منٹ کا سردار صاحب۔

**سردار عبدالرحمن کھیتران:** جناب! آپ روز کو دیکھ لیں کہ تنا نام دیا جاتا ہے ایک آدمی کو؟

**جناب قائم مقام اسپیکر:** پندرہ منٹ ٹائم ہوتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں ایک منٹ میں بتاتا ہوں۔

**میرا ختر حسین لانگو:** جناب اسپیکر! یہ اپنی مرضی کے مطابق اسمبلی کو چلانا چاہتے ہیں آپ Custodian ہیں۔۔۔۔۔ (مداخلت)

**جناب قائم مقام اسپیکر:** نہیں محرک کو بیس منٹ دیتے ہیں۔ ملک صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

**ملک نصیر احمد شاہ ہوانی:** ایک منٹ کا ٹائم دے دیں جناب اسپیکر! چھوٹی سی بات میں کروں گا بڑی مہربانی۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** جی۔

**ملک نصیر احمد شاہ ہوانی:** جناب اسپیکر! آپ کو بار بار سردار صاحب یہ سمجھا رہا ہے کہ آپ روپ کے مطابق جائیں۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے میرے خیال میں آپ نہ روز کو جانتے ہیں نہ ریگولیشنز کو اور اب تک میرے خیال میں یہ بیس دفعہ آپ سے کہہ چکا ہوں۔ آپ اُنکے اتحادی ہیں جب آپ یہ کام نہیں جانتے تو پھر آپ کو اسپیکریا

ڈپٹی اسپیکرنے لانے کی---(داخلت)

**جناب قائم مقام اسپیکر:** نہیں، یہاں میں سب کا اتحادی ہوں میں سب کے لئے بیٹھا ہوں میرے لیئے اپوزیشن اور ٹریشری پنچار ایک جیسے ہیں۔

**ملک نصیر احمد شاہواني:** جناب اسپیکر! آپ کوشش کرتے ہیں کہ یہ ایوان smoothly چلے آپ کا ہم احترام کرتے ہیں۔ لیکن اسکے باوجود بار بار آپ جب رولنگ بھی دیتے ہیں لیکن اس میں بار بار مداخلت کی جاتی ہے۔ پندرہ منٹ ثناء بلوج کو نہیں ہوئے ہیں اسکے بعد سارا دن سردار کھیڑان صاحب بات کریں بالکل کریں۔ اور بھی حزبِ اقدار کے دوستوں میں سے کوئی بھی بات کرنا چاہتا ہے بالکل بات کریں۔ لیکن بار بار تقریر کے دوران مداخلت نہیں کی جائے۔۔۔ (داخلت-شور)

**سردار عبدالرحمن کھیڑان:** میں نے ہاؤس میں آپ کی توجہ دلائی ہے اور اس قرارداد کی ہم بھی حمایت کرتے ہیں۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** سردار صاحب! آپ بھی قرارداد لائیں۔

**سردار عبدالرحمن کھیڑان:** آپ ثانی رکھیں۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** سردار صاحب! thirty minutes ہیں۔

**سردار عبدالرحمن کھیڑان:** آپ نے آدھا گھنٹہ سب کیلئے کیا ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** نہیں، سب کے لئے نہیں سردار صاحب! صرف محرك کے لئے ہے۔

**سردار عبدالرحمن کھیڑان:** چالیس منٹ سے زیادہ ہو گیا ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** نہیں آپ تشریف رکھیں گھری میرے سامنے لگی ہوئی ہے سردار صاحب! آپ کبھی ادھر ہوتے ہیں کبھی ادھر ہوتے ہیں گھری میرے سامنے لگی ہوئی ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** آپ لوگ تشریف رکھیں کارروائی مزید باقی ہے۔

**امجید سید محمد فضل آغا:** یہ جو قرارداد ہے یہ پورے بلوچستان کے مفاد کی ہے۔ اور ثناء بلوج جو بات کر رہے ہیں یہ کوئی اپوزیشن اور ٹریشری پنچار کی بات نہیں ہے۔ یہ اتنے زبردست arguments دے رہے ہیں اس سے گورنمنٹ کے بھی ہاتھ مضبوط ہو رہے ہیں اس اسمبلی کے بھی ہاتھ مضبوط ہو رہے ہیں۔ اور اس صوبے کے حقوق کا تحفظ ہو رہا ہے۔ اب اس میں ہم کیا کریڈٹ لینا پاچاہتے ہیں کہ ایک دوسرے کو بار بار ٹوکیں۔ اور یہ کہ ہمارا آدمی اس موقوف کو صحیح پیش کرے تو پوری اسمبلی کا موقوف ہے پورے بلوچستان کا موقوف ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر: بے شک آغا جان۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: میری گزارش یہ ہے ٹریشوری پیپر سے کہ اس طرح کرنا چھوڑ دیں۔۔۔  
(ڈیک بجائے گئے)

جناب قائم مقام اسپیکر: جی شناء بلوج! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب ناء اللہ بلوج: شکریہ۔ جناب اسپیکر! میں ممنون و مشکور ہوں سردار صاحب کے اور اپوزیشن کے۔ میں نے ان میں سے کسی کو اس بات پر موردا لازام نہیں ٹھہرایا کہ سی پیک سے کچھ نہیں ملا ہے تو ذمہ دار آپ ہیں۔ میں نے تو آپ سے کہا یہ 70 سال کی ایک تاریخ ہے۔ اور بلوچستان کے ساتھ کچھ زیادتیاں وہ کرتے ہیں کچھ ہم کرتے ہیں۔ جب ہمیں یہ علم نہیں ہے کہ ہم پاکستان کے مفاد میں بلوچستان کی contribution کیا ہے؟ تو اس کے بعد آپ کا کیس مضبوط نہیں ہو گا۔ میں نے این ایف سی کے حوالے سے یہاں تینیں پیشیں منٹ آپ کے ساتھ دوستوں کو۔ ہم این ایف سی، سینڈک، سی پیک اور اس کے بعد ریکوڈ ک۔ ہم چاہتے ہیں یہ کچھ National issues ہیں۔ یہ بلوچستان کے معاملات ہیں۔ کل حکومت میں آپ نہیں ہونگے کوئی اور ہو گا ہم ہونگے۔ لیکن بلوچستان کے بہت سے معاملات پر اگر ہم ارکین پارلیمنٹ کا۔ ہم ارکین اسمبلی کی گرفت نہیں ہو گی۔ تو اسلام آباد میں جو سو ٹیڈ بٹیڈ لوگ ہیں۔ وہ پھر ہمیں ”باؤ“ بنائیں گے۔ وہ ہمیں ”ماموں“ بنائیں گے۔ تو یہ problem ہے جناب والا۔ میں آتا ہوں اب۔ میں دیکھ رہا تھا۔ کل پُرسوں جب M.C. صاحب کی جو کیمپنٹ کی میٹنگ ہوئی وہاں کچھ اعتراضات کیے گئے تھے کہ جی سی سی پیک۔ اور انکی جو تشویش ہے وہ بالکل حق بجانب ہے۔ لیکن کچھ بہت سے areas unexplode کیا ہی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر، پندرہ جو بھی پاکستان میں eastern-rim power projects میں نادرن پنجاب اور سندھ میں لگے ہیں۔ اس کے علاوہ جناب والا! اگر وہاں سے بھلی پیدا ہو گی تو وہ سی پیک کی بھلی۔ بیشک ہم کہتے ہیں آپ نے ہمارے ہاں کارخانے نہیں لگایا بھلی پیدا کرنے کا۔ آپ نے بھلی پیدا کرنے کی صفتیں ہمارے ہاں نہیں لگائیں۔ لیکن کم از کم اس کی بھلی تو ہمیں آپ دیدیں اسکی از جی سے بلوچستان میں ائمڈ سٹریلائزیشن ہو۔ بلوچستان کے گھروشن ہوں بلوچستان کے اسکول روشن ہوں بلوچستان کے ہاسپیٹ روشن ہوں۔ لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ وہ پندرہ پرو جیکٹس، سات سے سارو ہے سات ہزار میگاوات بھلی وہ ابھی انہوں نے پیدا کرنا شروع کر دی ہے۔ اب جو سات سارو ہے سات ہزار میگاوات بھلی ہے وہ پاکستان کے سسٹم میں کیسے جاتی ہے؟۔ جناب والا! یہ بھلی کے

آپ دیکھ رہے ہیں یہ کسی تاریخے آتی ہے کوئی چھوٹے تارکوئی بڑے تار۔ اسی طرح پاکستان میں کوئی بھی بجلی پیدا کرنے والی جو صنعت ہوتی ہے جو بڑے bulk میں بجلی پیدا کرتی ہے۔ اُسکو ٹرانسیشن لائن کے ذریعے سے بجلی پیدا کرنے والے کارخانے سے گرداؤ اسٹیشن پہنچایا جاتا ہے۔ پھر اس گرداؤ اسٹیشن سے اور جو تاریں ہوتی ہیں وہ K.W 500 کی ٹرانسیشن لائنیں ہوتی ہیں۔ پاکستان میں اس وقت پانچ ہزار ایک سو دس کلومیٹر طویل۔ پانچ ہزار ایک سو ایک کلومیٹر طویل 7500 کی ٹرانسیشن لائنیں ہیں۔ اور آپ کو یہ حیرت ہو گی آپ سب کیلئے کہ بلوچستان میں 5 ہزار 2 سو کلومیٹر طویل 5000 کی ٹرانسیشن لائن میں سے بلوچستان میں کتنی ٹرانسیشن، کتنے کلومیٹر ٹرانسیشن لائن ہو گی؟ جناب اسپیکر! صرف پچیس۔ پچیس کلومیٹر۔ 7500 کی ٹرانسیشن لائنیں اور وہ کیا کر رہی یہاں؟ وہ جو بجلی جبکو میں پیدا ہوگے reverse اُسکو کراچی میں 7500 کے گرداؤ اسٹیشن میں لے جائیں گے وہ 25 کلومیٹر ہے۔ وہ جبکو میں جو بجلی پیدا ہوتی ہے اُسکو وہ واپس کراچی لے جایا جاتا ہے۔ پورے بلوچستان میں جو 62% ہے پاکستان کا۔ ایک کلومیٹر بھی 7500 کی ٹرانسیشن لائن نہیں ہے۔ جوانز جی بلوچستان میں لاتی ہو۔ تیرہ گرداؤ اسٹیشن ہیں 7500 کی ٹرانسیشن لائن کیلئے۔ بلوچستان میں ایک گرداؤ بھی نہیں ہے۔ ابھی جو سی پیک میں ہوا تھا کہ جی 15 پاور سپلائی کے پروڈجیکٹس بنیں۔ اور پھر 2 ہزار کلومیٹر ٹرانسیشن لائن جناب والا! یہ کوئی چار بیمن ڈالر یعنی ساڑھے پانچ سو چھوٹے سوارب کی لائگت سے دو ٹرانسیشن لائنیں 2 ہزار کلومیٹر کی منظور ہوئیں۔ لگتا تو یہ ہے وہ شاید ہمارے لیے منظور ہونی چاہیے تھیں۔ کیونکہ ہمارے ہاں تو ایک کلومیٹر بھی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں 62% ایریا میں بجلی نہیں ہے۔ ہمارے ہاں انڈسٹریلائزیشن کیسے ہو گی ایمپلائمنٹ کیسے ختم ہو گا؟ سی پیک تونام ہے ایک بہت بڑے خواب کا۔ لیکن جناب والا! آپ کی معلومات کیلئے یہ دونوں ٹرانسیشن لائنیں، سندھ اور پنجاب میں جو پیدا ہونے والی بجلی ہے۔ ایک ٹیاری ٹوفیصل آباد اور ایک ٹیاری ٹولا ہور دو ٹرانسیشن لائنیں، ایک ایک ہزار کلومیٹر کی۔ یہ جو ٹیاری سے لا ہور اور ایک ٹیاری سے فیصل آباد بجلی واپس۔ یعنی جو بجلی کا سارا نظام ہے۔ بجلی کی پیداوار ہے یہ کراس کریگا ایسٹرن رم میں اب بجلی کیوں؟ صرف بجلی تو روشنی کیلئے تو نہیں ہے۔ آپ کو ایک چھوٹی سی بات بتاؤں کہ آج سے کوئی تین، چار سال پہلے جب تک یہ بجلی پاکستان کے سطح میں سی پیک کی شامل نہیں تھی۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شناۓ بلوچ صاحب! تھوڑا مختصر کر دیں آگے بھی قرارداد ہیں ہیں۔

**جناب ثناء اللہ بلوچ:** تو جناب والا! پنجاب میں 9 ہزار صنعتیں صرف آٹھ سے دس گھنٹے operate کرتی تھیں یعنی چلتی تھیں۔ تو اس سے کیا ہوا؟ یہ روزگاری بڑھ گئی۔ پنجاب کے کارخانوں کی وہ پیداوار کم ہو گئی۔

اور اُنکی economy پر اثر پڑا۔ ہمارا brother صوبہ ہے تو ابھی سی پیک کی بھلی کے آنے کے بعد جناب والا! چوبیس گھنٹے وہ کارخانے چلتے ہیں وہاں روزگار کے ذرائع ڈبل ہو گئے اور وہاں خوشحالی زیادہ بڑھنے لگی۔ اسی طرح ایک اور چھوٹا انفاراسٹرکچر کا پروجیکٹ ہے میں آپکو مثال دینا چاہونا گا جس کو لاہور اور بیش مورثوے کے نام سے جانتے ہیں۔ 2 سو بلین پاکستانی روپے 2 بلین یوائیس ڈالر کی مدد کا جواہر بیش پروجیکٹ ہے۔ وہ جناب والا! 2020ء اور 2022ء تک جب وہ مکمل ہو گا۔ ایک دن میں پانچ لاکھ لوگوں کو ٹرانسپورٹ کی سہولت فراہم کریگا۔ ٹرانسپورٹ صرف ایک جگہ سے دوسرا جگہ لے جانے کا نام نہیں ہے۔ ٹرانسپورٹ جب بنتی ہے جناب والا! اس سے efficiency بڑھتی ہے اس سے ایجوکیشن، ہیلتھ، انفاراسٹرکچر، ایمپلامنٹ بڑھتی ہے۔ تو یہ جو سارا سٹم ہے جناب والا! یہ جو سی پیک کا یہ پاکستان کے اسٹینڈرڈ میں بہت بڑی خوشحالی کا توسیب بنے گا۔ ہمیں خوشی ہے ہمارے بھائی ہے۔ لیکن بلوچستان کے حوالے سے سی پیک میں جناب والا سوائے ما یوسی اور نا امیدی کے کچھ نہیں ہے۔ میری آخر میں تجاویز ہیں۔ میں مختصرًا کر کے جناب والا! میں تفصیل میں نہیں جا ہوں گا اور کافی ہے۔ کیونکہ ہمارے دوست تھوڑا سا نہیں چاہتے جو سی پیک کے حوالے سے first of all یہ اسمبلی ایک resolution پاس کرے کہ جو موجودہ پلانگ اینڈ ڈولپمنٹ اور ریفارم کی جو ہماری منسری ہے۔ کمیشن ہے وہ اس وقت اُسکے پاس وہ mandate نہیں ہے کہ وہ اس پر پورا آڈٹ کرے کہ سی پیک میں کن کن صوبوں کے ساتھ کیا زیادتی ہوئی؟ ایک تو یہ کہ میں اُنکے اپنے دوستوں کی بھی سپورٹ چاہوں گا کہ سی پیک سے متعلق ایک نیشنل کمیشن بننا چاہیے جو سی پیک کے تمام معاملات کا تمام اُسکے جو معاملات کا اور تمام پروجیکٹس، اُنکی ڈولپمنٹ، contribution، شیر benefits ہے اور حصوں کا صحیح طریقے سے جائزہ لے۔ اور اُس کمیشن میں جناب والا! ہر صوبے سے دو کے قریب ممبران ہوں۔ ایک حکومتی لے لیں ایک اپوزیشن سے لے لیں ایک ایکسپرٹ لے لیں اور یہ پورا ایک کمیشن۔ کیونکہ یہ propose ہم نے 2013-14ء میں بھی کیا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب گورنمنٹ آف بلوچستان بات کرتی ہے تو میرے پاس وہ ساری معلومات ہیں جو گورنمنٹ آف بلوچستان کو ایک پیور کریں کے نقطہ نظر سے دی جاتی ہیں۔ جو politician جو سیاستدان ہوتے ہیں اُنکو اسی لیئے لیڈر کہتے ہیں وہ صرف سڑک، بلڈنگ اور پورٹ کی نقطہ نظر سے نہیں دیکھتا وہ اپنی قوم کی مستقبل کے نقطہ نظر سے دیکھتا ہے۔ وہ تعلیم، صحت، روزگار، سماجی معاملات، معیشت، کلچر، ڈیموگریسی، ماحولیات۔ ان سب کو منظر کھڑکروہ اسکیمیں اور پالیسیاں بناتا ہے۔ تو گورنمنٹ آف بلوچستان جو بھی اس وقت احتجاج کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اُنکو سی پیک کے حوالے سے ایک comprehensive پلان یہاں متعارف کرنا چاہیے۔

اور بلوچستان کا جو سی پیک کا comprehensive plan ہے۔ کوئی جامع منصوبہ ہو اُس میں جناب والا! ایجوکیشن کا کوریڈور اُس میں ہی لٹھ کا کوریڈور اُس میں poverty alleviation کے حوالے سے ہے، یعنی غربت کے خاتمے کے حوالے سے منصوبہ بندی ہے۔ اس کے علاوہ جناب والا! intervention ہے، یعنی جو ایک ہے، industrialization کا ایک سلسلہ ہے۔ اور ان امنڈسٹریز کو گیس بھلی کی فراہمی کیلئے جو ڈسٹری یوشن ٹرمیشن سسٹم کی لائیں ہیں انکا مکمل ایک جامع منصوبہ ہے۔ اس کے علاوہ جو سب سے بڑا، بلکہ پرسوں بھی سو شل میڈیا میں چل رہا تھا کہ بلوچستان کی جو اسکالر شپ بھی سی پیک کے حوالے سے آئی تھی وہ بھی جناب والا! ہماری حکومتوں کے یا ہماری یوروکریسی میں اور بھی جو دوست آتے ہیں انکا خواب خرگوش میں جانے کی وجہ سے ہماری اسکالر شپ تھے بھی دوسرے صوبے لے گئے۔ ہمارے پچھے human resource development، skill development، human resource development ہے اُس area میں ہم بہت پچھے ہیں اور اس کے لیے میری تجویز یہ ہے کہ آپ چاٹائی اور اسلام آباد کا انتظار نہ کریں۔ میں نے پہلے ایک مینگ میں M.C. صاحب سے یہ کہا تھا کہ بلوچستان میں جتنے ہائی اسکول ہیں صبح کے وقت انکو اسکول بنائیں شام میں انکو پولیٹکن میں convert کریں۔ دو، تین کمرے آپ کو بنانے ہوئے آٹھ سے دس۔ دو سے چار انسٹرکٹرز ہر اسکول میں ڈالنے ہوئے۔ ہائیر، سینڈری اور skill syllabus کو ہم اپنے curriculum میں۔ اپنے human resource development میں متعارف کریں۔ ہم کوئی دو، چار ہزار لوگ تربیت دیں گے ہم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہمارا ہر چیز جب گھر سے نکلتا ہے جب وہ گھر واپس جاتا ہے وہ صرف مطالعہ پاکستان، وہ صرف دینیات یا وہ صرف سائنس اور معاشرتی علوم کی بڑیں کی بجائے اسکو ماڈرن ایجوکیشن، ٹیکنیکل ایجوکیشن بالکل کلاس اڈل سے کلاس دہم تک۔ کالج کے لیوں تک پڑھانا چاہیے۔ یہ reform ہم خود بلوچستان میں لاسکتے ہیں اس کیلئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ آخر میں جناب والا! لائیواشنا کا کوریڈور ہے۔ مائن زر اینڈ منزز کے حوالے سے بہت important ہے۔ سی پیک کے جو بھی پروجیکٹ ہیں ان میں اگر کسی کی نظر گئی ہوئی ہے وہ ریکوڈ پر ہے وہ ہمارے iron-ore پر ہے۔ وہ ہمارے کاپر اور گولڈ پر ہے۔ وہ ہمارے تیل اور گیس کے وسیع ذخائر پر ہے۔ ہمارے پاس آف شور بھی بڑی کافی بہت سے ذخائر ہیں۔ اس کے علاوہ جناب والا! آخری بات جو اس سارے ہمارے اسے اسے اسے اسے کیلئے، دوستوں کیلئے کہ جو سی پیک کی ساری ڈولپمنٹ ہیں۔ وہ بلوچستان میں آبادی کے، انتقال آبادی demographic changes کا بھی بہت بڑا سبب بن سکتا ہے۔ اور اگر بلوچستان میں جب تک

ایک اچھی پالیسی نہیں بننے گی۔ باہر سے skilled labour آئے گا۔ باہر سے لوگ ملازمتیں کرنے آئیں گے۔ باہر سے شاپ کیپر آئیں گا۔ تو حکومت بلوچستان کو ایک پالیسی بنانی چاہیے آپکے کوشش ایسا یا میں۔ اور جہاں سی پیک کا سب سے زیادہ impact ہے وہاں انتقال آبادی کو روکنے کیلئے بلوچستان کے مقامی باشندوں کے مفادات کے تحفظ کیلئے، بالخصوص ساحل مکران کے باشندوں کے مفادات کے تحفظ کیلئے حکومت بلوچستان کو یہاں پر قانون سازی کرنی پڑے گی۔ سی پیک ہمارے لیئے، میرے خیال میں سردار صاحب کے اس وقت کے اُس کی طرح ہو گا جس طرح وہ کہہ رہے ہیں کہ میں ابھی تراوٹ کپڑہ کر آیا ہوں یہ اُسکے دیگر کے تراوٹ کی طرح ہو گا اور ہمارے لیئے کچھ نہیں لے آیا گا۔ شکریہ جناب والا۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شکریہ۔ آیا قرارداد نمبر 8 منظور کی جائے؟۔ (مدخلت۔ آوازیں)

**نواب شواع اللہ خان زہری:** Thank you جناب اسپیکر! شواع بلوچ نے جو تحریک پیش کی قرارداد لائق تحسین ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم جو بلوچستانی ہونے کے ناطے ہم سب اُسکی بھرپور طریقے سے حمایت کرتے ہیں۔ اور ہم چاہتے ہیں جیسے جو شواع بلوچ نے الفاظ استعمال کئے اور ہم بار بار repetition کی طرف جائیں تو پھر ماحول بھی، لوگوں کو نیند بھی آنے لگے گا اور گیلری میں میٹھے ہوئے لوگ بھی یہیں کہیں گے کہ یہ repetition کی طرف جا رہے ہیں۔ تو ہم من و عن بلوچستان کے حوالے سے اسکو support کرتے ہیں، مختصر اُس کہوں گا۔ اور دوسرا میں لا لارشید بلوچ اور زابریکی کو اپنے دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں میں اُس وقت اسمبلی میں نہیں آیا تھا۔ شکریہ اسپیکر صاحب۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شکریہ شواع اللہ زہری صاحب۔ جی زیرے صاحب۔

**جناب نصر اللہ خان زیرے:** thank you جناب اسپیکر صاحب۔ جو قرارداد ہاؤس کے سامنے ہے یہ بڑی اہم قرارداد ہے، گواہ، کاشغر اکنا مک جو corridor ہے۔ یقیناً جس طرح کہا گیا کہ ہم اس ملک کا حصہ جو برٹش بلوچستان تھا 14 اگست 1947ء کو ہم اس ملک کا حصہ بننے اور پھر اس ملک کا 1973ء میں ایک آئین بننا۔ اُس آئین کے تحت یہاں رہنے والے عوام کے درمیان، یہاں رہنے والے unit کے درمیان ایک ایسا معاملہ ہوا ایک ایسا آئین تشکیل دیا گیا جس کے رو سے ہم اس ملک کے برابر کے شہری ہیں۔ آڑیکل 8 سے 28 تک اگر آپ پڑھیں گے، باقی بھی جو آڑیکل آپ اُس میں پڑھیں گے یقیناً بعد میں جب اٹھا رہوں ترمیم کا اضافہ ہوا اُس کے تحت ہم اس ملک کے برابر کے شہری کے طور پر، آئین کے تحت ہمیں قبول کیا گیا۔ مگر افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے جناب اسپیکر! کہ عملًا ایسا نہیں ہے۔ عملًا یہاں کے عوام یہاں پشتون، بلوچ

سنگھی، سرائیکی یہ عملًا اس ملک میں ایک غلام کی حیثیت سے رہتے ہیں، وہ نہ تو ملک کی کسی خارجہ پالیسی میں حصہ دار ہیں نہ وہ ملک کی داخلہ پالیسی میں۔ بلکہ انکے ساتھ ایک ایسا رویہ رکھا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم یقیناً اپنے آپ کو اس ملک میں ایک آزاد شہری کے طور پر نہیں سمجھتے۔ جناب اپیکر! جب یہ گودار، کاشغر economic corridor پر روزِ اذل ہی سے جب آل پارٹیز کانفرنس ہوئی اُس میں بھی یہ وعدہ کیا گیا کہ مغربی رُوٹ کو پہلی ترجیح کی بنیاد پر کام شروع ہوگا۔ اور یقیناً جب مغربی رُوٹ پر یہ صرف ایک سڑک کا نام نہیں ہوگا۔ یہ جس طرح کہا گیا اس میں بہت سارے اس کے اجزاء تھے اُس میں آپ کی یہاں مختلف جگہوں پر انجی پارکس بننے تھے۔ اکنا مک زون بننے تھے یہاں اور یہاں انڈسٹریل زون بننے تھے یہاں ریلوے کا نظام ہونا تھا یہاں sub-corridors بننے تھے۔ یہاں افغانستان کیلئے مختلف جگہوں پر sub-corridors بننے تھے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ بجائے اس کے کہ آج ہم یہاں مطالبہ کریں کہ ایک نیشنل کمیشن بنایا جائے۔ اس کے بعد ایک اور قرارداد آ رہی ہے کہ ہم تمام جتنے بھی معاملات ہوئے ہیں اس حوالے سے ان معاملوں کی تفصیل اس ہاؤس میں دی جائے۔ ان معاملات کی تفصیل اس صوبائی حکومت کو دی جائے۔ ابھی آپ یقین کریں کہ ہم نے پچھلی حکومت نے کوئی ٹرین جوڑ رین، ماس ٹرانزٹ کوئی کیلئے ہم نے پلان کیا تھا۔ جس کو ہم نے سی پیک کا حصہ قرار دیا تھا۔ ہم نے پٹ فیڈر سے کوئی پانی لانے کیلئے منصوبہ شامل کیا تھا۔ آج بڑے فخریہ انداز سے کہا جا رہا ہے کہ ہم نے دونوں پروجیکٹس کویی پیک سے نکال دیا ہے۔ بجائے کہ ہم پوچھیں کہ تمام معاملات اس ہاؤس کے سامنے لائے جائیں۔ ہم یہ پوچھے کہ ہمیں ایک نیشنل کمیشن بنایا جائے۔ یہ دو جو میں سمجھتا ہوں کہ اتنے بڑے منصوبے بھی شاید نہیں تھے لیکن پتہ نہیں 70 ارب ڈالر کا ایک جو معاملہ ہوا ہے چاٹنا اور پاکستان کے درمیان یا گودار ٹو کاشغر جو بڑا زون بننے جا رہا تھا اُس میں سے یہ چند ارب روپے کا منصوبہ بھی انہوں نے نکال دیا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم، جس طرح ہم سے جو رویدہ رکھا گیا ہے اُس میں ہمیں وفاقی حکومت آج کی وفاقی حکومت یہ تاریخی ہے کہ آپ اس ملک کا حصہ ہی نہیں ہیں۔ وہ یہ تاریخی ہے کہ آپ کو پتہ ہے جناب اپیکر! کتنے پروجیکٹس کو یہاں ہم نے پہلے بھی جب اس پر تفصیل کے ساتھ بول رہے تھے تو اُس وقت بھی ہم نے کہا کہ اس پی ایس ڈی پی میں بھی کتنے تقریباً 59 بڑی اسکیمات، کوئی سائز ہے تین سوارب روپے کی اسکیمات وفاقی حکومت نے ہماری اسکیمات پر cut لگائی تو ہم کیسے امید کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس آئین کی خلاف ورزی ہے۔ یہ پاکستان بنانے میں جو ہم سے وعدے کئے گئے تھے اُس کے مطابق یہاں کے عوام کے ساتھ یہ علیین خلاف ورزی ہے۔ اس صوبے کے پشتون، بلوج عوام کے ساتھ غداری ہے کہ آپ

تمام اتنے بڑے پروجیکٹس میں سے محض یہ دو پروجیکٹ بھی آپ نہیں دینگے۔ نہ اُس میں آپ شامل کریں گے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ قرارداد جو ہاؤس کے سامنے ہے، یہ بروقت قرارداد ہے یقیناً ایک نیشنل کمیشن بنایا جائے، تاکہ ہم پوری طرح ان تمام معاملے میں، ہم باخبر بھی ہوں اور ہم اس میں حصہ دار بھی ہوں، اور جب ہم حصہ دار ہونگے اور اس کے تمام فیصلوں میں ہم برابر کے شریک ہونگے۔ thank you جناب اپسیکر۔

**جناب قائم مقام اپسیکر:** شکریہ زیرے صاحب! جی اصغر صاحب۔

**جناب اصغر علیٰ ترین:** بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ شکریہ جناب اپسیکر۔ یقیناً آج کی اس قرارداد سے تو میرے خیال میں اس ایوان میں تشریف فرمائوں بھی ممبر اختلاف نہیں کر سکتا کیونکہ یہ پورے بلوچستان کا مسئلہ ہے اور سی پیک پر تقریباً تمام بلوچستانیوں کا موقفہ تقریباً ایک جیسا ہے، لیکن یہ ہے کہ ہمیں قوم کو حقیقت سے آگاہ کرنا چاہیے جناب اپسیکر! جب سی پیک کی بنیاد ڈالی جا رہی تھی اور اس پر ہم مٹھایاں بانٹ رہے تھے تو اُس وقت ہم نے نشاندہی کی اور ہمارے قائدین نے نشاندہی کی۔ کہ ہماری جو کچھی حکومت تھی اور اس کی جو ٹیم تھی ان اراکین کا نام لینا مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ ہم نے اُس وقت نشاندہی کی کہ یہ پروجیکٹ ہمیں نظر کچھ اس طرح سے آرہا ہے کہ یہ پاک چاننا کا ریڈورکم، چاننا پنجاب کا ریڈورزیاڈ ہے۔ لیکن بد قسمتی سے ہماری اُس وقت کی حکومت اور اُس کے اتحادی، اکثر و پیشتر ہمارے ہر اعداد و شمار کی مخالفت کرتے رہتے تھے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ نہیں۔ اور یہاں تک بھی ہوا جناب اپسیکر! کہ جب ثوب میں ہمارے سابق وزیر اعظم نواز شریف تشریف لائے تھے۔ میں یہاں انتہائی افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ پوری قوم کی لیڈر شپ کو انہوں نے دھوکہ دیا۔ ایشین ڈولپمنٹ بینک کے پروجیکٹ کا اور ولڈ بینک کے پروجیکٹ کا انہوں نے افتتاح کر کے، اُسکونا م دیا گیا سی پیک پروجیکٹ کا۔ اور کہا گیا کہ یہ موڑوے ہم بنائے دینگے۔ ایک ہوتا ہے اپنے آپ کا دفاع کرنا اور ایک ہوتا ہے کہ ہم قوم کو حقیقت سے آگاہ کریں۔ میں آج بھی اس ایوان کے توسط سے جس طرح اُس دن جام صاحب نے بات کی۔ اس معزز ایوان کی اپوزیشن سے حکومتی ارکان تک، کوئی ثابت کردیں کیونکہ اس میں صرف پاکستان نہیں ہے اس میں دوسرا فریق چاننا بھی ہے۔ چاننا جو بھی بندہ اس ایوان سے اس ملک سے جا کے اُس نے اس ایگرینٹس کی حقیقت جانا ہے۔ اُسمیں ہمارے بلوچستان کا کوئی بھی ذکر ہی نہیں ہے، سوائے گوادر کے۔ گوادر اُن کی مجبوری تھی اور جو پروجیکٹ چاننا کے ساتھ ایگرینٹ میں شامل ہوا ہے، اُسکو اس ملک کا کوئی نکال نہیں سکتا۔ یہ تو کیسے پٹ فیڈر کی نال تھا کہ چاننا کے پروجیکٹ میں شامل تھا، چانیز کو اس کا پتہ ہے اور آج ہم اس کو نکال دیں۔ یہ شروع سے تھا ہی نہیں اور ساتھ ہی جو کوئٹہ کے ماسٹرانسٹریٹ کی بات ہو رہی ہے، کوئی ہمیں

اُس پیپر میں دکھادیں کہ جس میں چاننا والوں نے بھی sign کیا ہوا ہے۔ ہمیں شروع سے دھوکہ دیا جا رہا تھا لیکن ہم ہی تھے، ہم بلوچستان ہی کے لوگ تھے کہ اُس میاں صاحب کو جس نے اس پورے ملک میں تمام رہنے والی اقوام کے درمیان بداعتمانی پیدا کی۔ چاننا، پاکستان پروجیکٹ کو انہوں نے پنجاب، چاننا پروجیکٹ بنادیا۔ اور اس وقت جو ہمارے علم میں ہے اس پاک چاننا اکنا مک کاریڈور کی مدیں کوئی 50 سے 60 ارب ڈالر وہ انہوں نے پنجاب میں خرچ کر دیے اور یہاں تک بھی ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے تمام کے تمام۔۔۔

(اس موقع پر جناب دینش کمار، چیئرمین صدارت کی کرسی پر متمکن ہوئے)

جناب اسپیکر! انہوں نے اپنے تمام کے تمام منصوبے تقریباً مکمل ہی کر لئے۔ یقیناً اس حقیقت سے قوم کو آگاہ ہونا چاہیے کہ اس پاک چاننا اکنا مک کاریڈور میں جس کی اہمیت بلوچستان سے ہے اور بلوچستان میں بالخصوص اس کی اہمیت گوارد سے ہے۔ کہ اس سے گادر کے لوگ کس حد تک مستفید ہوئے اور اس سے بلوچستان کے کے لوگ کس حد تک مستفید ہوئے ہیں؟ اس میں مغربی روٹ کوکس نے نظر انداز کیا اور پوری قوم کوکس نے دھوکہ دیا؟ ہمیں دفاع میں نہیں جانا چاہیے جس نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا چاہے وہ حکومت کی بنیاد پر ہو یا چاہے وہ ایک آدمی کی بنیاد پر ہو جو پرائم منستر کی سیٹ پر اس وقت ہم سب غلط پڑھی پرجا کے اپنے مفادات حاصل کر رہے تھے اور مفادات ایک مخصوص region کیلئے حاصل کر رہے تھے۔ اور یقیناً اس سی پیک کی وجہ سے خدا غنواتے کل ڈوبیں گے ہم یہاں اس سی پیک کی ناکامی کی وجہ سے جو انٹریشنل قوتیں ہیں ان کی جس طریقے سے اس project پر نظریں لگی ہوئی ہیں جناب اسپیکر! ان ناظروں کے نیچے مریں گے ہم، دھماکے ہمارے اوپر ہوں گے جبکہ مستفید ہو ہوا ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ تو یقیناً میں بہت تفصیل میں جانا نہیں چاہتا اپنی بات مختصر کر کے اس کے حق میں ہیں ہم پاک چاننا اکنا مک کو ریڈور کی ایک ایک point، وہ MOU جو چاننا کے ساتھ sign ہوئی ہے یہ نہیں کہ ہمیں فیڈرل PSDP کی کوئی project کو دکھادیں، وہ MOU جو چاننا کے ساتھ sign ہوئی ہے اُس میں بلوچستان کے لیے کتنا پیسہ رکھا گیا ہے؟ اور ابھی تو نواب صاحب باہر تشریف لے گئے انکی موجودگی میں میں نے احسن اقبال سے پوچھا جو اس وقت پلانگ اور ڈولپمنٹ کا منسٹر تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ میں challenge کرتا ہوں۔ مولانا واسع صاحب تشریف فرماتھے حاجی نواز بھی میرے خیال سے اُس نشست میں تھے، میں نے کہا کہ میں آپ کو challenge کرتا ہوں کہ آپ Pak-chaina economic corridor کے اُس MOU میں کاغذوں میں مجھے ایک پتھر، ایک اینٹ دکھادیں کہ جس میں بلوچستان کے لیے ایک روپیہ رکھا گیا ہو؟ وہ ہمیں الجھاتے رہے۔ ہمیں briefing میں گھنٹوں گھنٹوں تک

غلط پٹھری پرڈال کے اور آخر میں اگلے دن اُس نے پر لیں کانفرنس بھی کی اور کہا کہ پورا بلوچستان ہمارے ساتھ اس projects سے مطمئن ہے۔ اور ہمارے اُس وقت کی حکومت کے اتحادی ایک سائیڈ پر ایک پارلیمانی لیڈر اور دوسرے سائیڈ پر دوسرا پارلیمانی لیڈر۔ اور اُسی احسن اقبال کو پھر اسلام آباد میں شناہ بھائی میرے خیال میں وہاں موجود تھے جب وہ پھر ہمیں briefing دے رہے تھے۔ بی این پی مینگل کی طرف سے اُس سمینار میں۔ جب اُس نے غلط بیانی کی میں نے اُدھر بیٹھ کے اُس سے کہا کہ آپ غلط بیانی کر رہیں۔ بلوچستان آپ سے مطمئن نہیں تھا چند لوگ مطمئن تھے، تم میں سے کوئی مطمئن نہیں تھا۔ کافی ہماری وہاں بھی بات ہوئی۔ تو یقیناً ہمیں جس نے غلط پٹھری پرڈا لاتھا جس نے پوری قوم کو دھوکہ دیا، اس پروجیکٹ کی حقیقت میں بلوچستان کے حوالے سے تمام حقائق منظر عام پر آنے چاہئیں۔ اگر پٹ فیڈر کینال پاک چائنائی پیسوں کے حوالے سے شامل ہے۔ اور اگر اسی طرح Quetta mass transit train کے اُس میں شامل ہے اور حکومت بلوچستان نے نکالی ہے اور اُس پیسوں کو ضائع کر رہا ہے تو اس فلور پر ہم جواب طلبی کر یں گے اپنے اسی حکومت سے اور اس کے وزراء اور اپنے چیف منسٹر سے۔ لیکن اگر یہ شامل ہی نہیں تھے سرے سے اسکونام دے کر قوم کو گراہ کرنے کے لیے کہیا شامل تھی اس کو نکالا گیا۔ جو China MOU کے ساتھ sign ہوا ہے اُس کو کوئی نکال ہی نہیں سکتا نہ federal level پر کسی اور level پر جرأت ہے کسی میں کہ اُس کو نکال دیں۔ جب شامل ہی نہیں تھا تو نکالے کیسے؟۔ یقیناً اس پر کھل کے بات ہونی چاہیے اور تمام حقائق منظر عام پر آنے چاہئیں۔ بڑی مہربانی۔

**جناب چیئرمین:** بہت بہت شکر یہ نہیں ہیں، آغا صاحب! آپ کا نام ہم کیسے بھولیں گے۔

**انجینئر سید محمد فضل آغا:** یہ آج کی resolution اس سے بلوچستان کی زیست اور نیست کا سوال ہے۔ لیکن اس پر بات کرنے سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ وہ شعر ہے۔ ”کچھ سانوں مرزا شوق بھی سی۔ کچھ شہر دے لوگ بھی ظالم سی۔“ اسیں ہمارے بلوچستان کے جو صاحب اقتدار لوگ رہے ہیں، جب سے یہ corridor شروع ہوا ہے اور اس ہاؤس میں یا اسلام آباد میں جتنی ہماری نمائندگی رہی ہے وہ اتنے ہی مجرم ہیں جتنے کہ وہاں کے لوگ مجرم ہیں۔ اس لیے کہ ہم نے اپنے مدعا کو صحیح طور پر نہ اٹھانے کی کوشش کی نہ سمجھنے کی کوشش کی ذاتی capacity میں۔ میں لمبی بات نہیں کروں گا، میں پچھلے پانچ چھ سال سے روتا چیختا رہا ہوں TV میں بھی اخبار میں بھی چاہے راحیل شریف نے یہ موڑوے کا نام دے کر نیشنل ہائی وے کا افتتاح کیا ہے، چاہے مولانا فضل الرحمن صاحب کو اور محمود خان صاحب کو ثواب میں دھوکہ دیا گیا یہ ساری باتیں ہم نے open کیں۔ لیکن بد قسمتی سے ہمارے بلوچستان کے نمائندے، صوبائی اسمبلی کے ہوں، قومی اسمبلی کے ہوں،

سینٹ کے ہوں، اقتدار کے وقت انہوں نے اس چیز کا احساس نہیں کیا، اس کو نہیں اٹھایا۔ ہم اُتنے ہی برابر کے مجرم ہیں اس منصوبے میں تب بھی ہم کہتے رہے ہیں آج بھی کہتا رہا۔ جب سے جام صاحب کی حکومت تھی تب بھی میں نے کہا سردار صاحب اٹھ گئے۔ سردار صاحب سے ہماری ملاقات ہوئی تھی جب یہ وزیر اعلیٰ تھے۔ میں نے کہا کہ سردار صاحب! اس بات کو اٹھا میں۔ انہوں نے کہا کہ بھکاری کو اگر دامن میں بھی بھیک دیا جائے تو بھی قبول کرنا چاہیے۔ میں نے کہا سردار صاحب! ہم بھکاری کیوں ہیں؟ ہم اس پورے پاکستان کا آدھا حصہ ہیں، پاکستان کی سب سے زیادہ معدنیات یہاں سے نکلتی ہیں پھر ہمیں بھکاری کیوں سمجھا جاتا ہے۔ ہمیں تو مشکل سے وہ national highways جو پاکستان میں ہیں جس کا 60% بلوچستان میں سے گزرتا ہے، سالانہ 11% کی allocation آپ کو ملتی ہے باقی سب نہیں ملتے ہیں۔ آپ پشاور سے کراچی تک اٹھائیں، پشاور ٹو کراچی national highway پشاور ٹو کراچی، motorway indus highway پشاور ٹو corridor کراچی۔ اور اب یہ corridor پشاور ٹو کراچی۔ ہمیں نظر انداز کیا گیا ہے پچھلے 70 سالوں سے۔ لیکن ہم اپنی وزارت اعلیٰ کو بجا تے رہے ہیں۔ اپنی کرسیوں کو بجا تے رہے ہیں۔ یہاں اپنے عوام کو لوٹتے رہے ہیں، ہم آپس کی بندر بانٹ میں لگے رہے ہم نے اپنے حقوق کا مطالبہ نہیں کیا اسلام آباد میں۔ چاہے کوئی بھی حکومت یہاں رہی ہو کسی بھی پارٹی کے نمائندے رہے ہوں ہم اس غریب عوام کو دھوکہ دیتے رہے۔ اور آج آپ کی اس صوبے کا یہ حال ہے کہ نہ ڈسٹرکٹ میں کوئی تعلیم کے institutions فعال ہیں نہ health کے institutions فعال ہیں، نہ آپ کے roads صحیح ہیں، آپ کے پاس ڈسٹرکٹ ٹو ڈسٹرکٹ روڈ نہیں ہے۔ اس corridor میں اگر آپ دیکھیں سوئی گیس کی اُس دن میں شاء بھائی نے بات کی تھی آج سے پچاس سال پہلے صرف سوئی گیس کے کنوئیں تھے اُس وقت آپ کو per head چار روپے یہ دیتے تھے آج دو ڈھائی سوروپے دیتے ہیں۔ بھلی کا نیٹ ورک اگر آپ بھلی لینا بھی چاہیں تو آپ کے پاس infrastructure نہیں ہے۔ آپ کی روڈز کے حالات آپ کے سامنے ہیں، corridor کی بات۔ اُس کے پانچ بڑے components تھے، جس میں power stations بننے تھے ثانی صاحب نے تفصیل سے اُس پر بات کی آپ کے ہاں کوئی نہیں ہے۔ industrial zone بننے تھے آپ کے ہاں کوئی نہیں ہے۔ railway line بچنا تھی اُس کی کوئی concept نہیں ہے۔ موڑوے کا یہ جو corridor concept کا ہے چار پانچ سال سے کہا جا رہا ہے کہ DCs سے کہا گیا ہے، acquisition land ہو رہی ہے پسیے بھوادیے گئے ہیں، یہ سب جھوٹ۔ آج تک ہم نے بارہا کوشش کی کہ اس کی جتنی بھی planning کی ہے

MOU میں اس کو open agreements کیا جائے۔ آج تک پوری قوم پاکستان سے یہ چھپایا جا رہا ہے اور بلوچستان کو اندر ہیرے میں رکھا گیا ہے۔ تو آپ کو کچھ بھی نہیں ملے گا، وسائل آپ کا یہ لوث کے لے جائیں گے جیسے کہ 70 سال سے آپ کو لوٹتے رہے ہیں، آپ کی minerals کو لے گئے، آپ کی گیس کے کنوئیں انہوں نے خالی کر دیے، اب آپ کے سمندر کو بھی خالی کریں گے آپ کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ گودار جس پر اتنی بڑی investment کی یہ باقی کر رہے ہیں آج گوادر کے لوگ میٹھے پانی کی بوند بوند کو ترس رہے ہیں۔ آج آپ کے بلوچستان کو گوادر سے proper طریقے سے Link نہیں کیا گیا ہے۔ اور آپ کا وہ صوبہ ہے جس کے بغیر پاکستان کا جینا حرام ہے پاکستان جی ہی نہیں سکتا یہ پاکستان کا دل ہے اگر بلوچستان نہ ہو تو پاکستان نہیں ہوگا۔ میں اسلام آباد والوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ خواب خروش سے جاگ جائیں اگر بلوچستان کو آپ نے ignore کیا نظر انداز کیا تو پھر آپ آرام کی نیند نہیں سو سکتے پھر آپ اس ملک کو اکھٹا نہیں رکھ سکیں گے۔ یہاں کے عوام در بدر ہیں۔ آپ interior میں چلے جائیں آپ دوچار شہروں کو چھوڑیں جس میں کچھ تھوڑی بہت زندگی ہے کسی بھی دیکھی علاقے میں آپ چلے جائیں، آپ یہاں سے کراچی چلے جائیں آپ کو علاقے نظر نہیں آتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ آپ کو یہاں نوٹکی دالبندین، ہفتان تک کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ آپ کو اسی طرح بارکھان اور چمن اور اس طرف چلے جائیں یہ ہم در بدر پڑے ہوئے ہیں اور ہمیں ہمیشہ خواب دکھائے جاتے ہیں، نقشہ دکھائے جاتے ہیں کچھ ہوانہ نہیں ہے۔ آج بھی اگر اس ایوان میں مجھے بڑا دکھ ہے کہ سردار صاحب نے بار بار ثناء اللہ صاحب کو ٹوکا اور اب بھی وہ سنجیدہ نہیں ہیں، اب بھی اپنے کاموں میں، PSDP میں گم ہیں۔ اب بھی اس بات کو سنجیدہ نہیں لے رہے ہیں۔ میری گزارش سن لیں ثناء صاحب جو کہہ رہے تھے وہ ہم سب کی آواز تھی، وہ ایک بھی بلوچستانی بولے یہی بات ہے سوبولے یہی بات ہے، ان کو بھی بار بار ٹوکا گیا ہے۔ یہ مشترکہ مفاد ہے، یہ بلوچستان کا مفاد ہے، ہم قبیلے کا نام لیے بغیر بلوچستان میں جتنے بھی لوگ رہتے ہیں کسی بھی زبان سے تعلق ہو علاقے سے ہو وہ سب بلوچستانی ہیں۔ اگر ہم شاد ہیں تو سب شاد ہیں اگر برباد ہیں تو سب برباد ہیں۔ لیکن اسکے لیے ہم خود بھی ذمہ دار ہیں۔ اور آج بھی، جام صاحب نے پچھلی دفعہ اس کی دفاع کی تھی اگر آپ کو یاد ہو جب ہم نے یہ resolution پیش کی تو جام صاحب نے کہا نہیں میں اُن committees میں رہا ہوں، جام صاحب آپ اُن committees میں رہے، آپ فیڈرل منسٹر رہے ہیں آپ نے بلوچستان کے حقوق لانے کے لیے کیا کوشش کی؟ ہمارے جو سابق چیف منسٹر تھے انہوں نے کیا کوششیں کی؟ اس سے پہلے باقی جو مختلف اتنے گروپس پارٹیاں تھیں انہوں نے کیا کیا؟ ہم نے بلوچستان کے

حقوق کے تحفظ کے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔ ہمارے پاس نہ آج صحت ہینہ تعلیم ہے، نہ سرکیں ہیں۔

**جناب چیریمین:** آغا جان! تھوڑا مختصر کریں۔

**انجینئر سید محمد فضل آغا:** ابھی پانچ منٹ بھی نہیں بولا ہوں آپ کو جلدی کیوں ہے؟ نہ پانی پینے کو ہے۔ اب جام صاحب آگئے تو آپ گھبرا گئے، مجھے بھانا چاہتے ہیں، ایسا بھی نہیں ہے اپنیکر صاحب۔ جام صاحب بھی ہمارے سمجھتے ہیں ہمارے بھائی ہیں ہمارے گھر کا فرد ہیں۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جام صاحب ادھر بیٹھے ہیں ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ لیکن بلوچستان ہم سب کا ہے بربادی ہم سب کی مشترک ہے۔ اور آج بھی میں جام صاحب کو گزارش کر رہا ہوں کہ ہم کوئی اپوزیشن ٹریزر نہیں ہیں بلوچستان کے مسئلے پر ہم ایک جان ایک ہاتھ ہیں اسکے لیے مل کر کرنا چاہیے۔ enough is enough جتنا ہو گیا بلوچستان کے ساتھ وہ کافی ہیں آج کے لیے جام صاحب! آپ آگے نکلیں آپ لیڈر نہیں ہم آپ کے پیچے ہیں۔ کھیڑ ان صاحب! تھوڑا سا ان کا پچھا چھوڑ دیں تھوڑی دیر کے لیے جام صاحب گزارش ہماری سن لیں۔ آپ کے وزرا تو 24 گھنٹے آپ کے اردو گرد ہیں۔ آپ آگے چلیں ہم آپ کے پیچے ہیں اب بھی پانی پُلوں سے زیادہ نہیں گزرا ہے اب بھی وقت ہے اب بھی بلوچستان کے حقوق کی آواز اٹھائیں پوری اپوزیشن آپ کے ساتھ کھڑی ہے بلوچستان کے مسئلہ پر۔ یہ الگ بات ہے کہ PSDP سے آپ نے ہماری اسکیمیں نکال لی ہیں کوئی بات نہیں نکال لیں۔ لیکن بلوچستان کے حوالے سے ہم آپ کا ساتھ دیں گے اپنے ذاتی مفادات کو نہیں رکھیں گے۔ لیکن اس معاملے کو serious لینا چاہیے۔ یہاں فلور پر ادھر سے کوئی بات کریں، ادھر سے بھی بات کریں تو بلوچستان ہی کی بات ہے۔ اور آج بھی اگر ہم اپنے حقوق نہ لے سکے۔ آپ کو میں ایک آخری بات کروں یہ ان کے corridors ہیں، جتنی بھی highways ہیں آج بھی آپ دیکھتے ہیں روزانہ یہ دھند چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ ہم نے بار بار ان کو سمجھانے کی کوشش کی کہ بلوچستان کی motorways سال بارہ مہینے کھولے رہتے ہیں۔ آج بھی پنجاب میں اور کے پی کے میں اور وہاں راستے بند رہتے ہیں اور گرمیوں میں وہاں طوفان آتے رہتے ہیں، floods آتے رہتے ہیں۔ تو ہر لحاظ سے مفید یہی ہے کہ بلوچستان کے through راستے گزارے جائیں اور بلوچستان کو تمام components پرے دیے جائیں۔ اور گوادر میں میٹھا پانی آج تک نہیں مل رہا ہے اُن کو میٹھا پانی دیا جائے اور گوادر کے complete airport کو complete کرانے کی کوشش کی جائے۔ الحمد للہ جام صاحب کے پاس وہ سوچ جو جھ ہے جام صاحب ساری باتوں کو سمجھتے ہیں لیکن ہمت کریں ہم آپ کے پیچے ہیں۔ شکریہ۔

**جناب چیرمن:** بہت بہت شکریہ۔ احمد نواز صاحب!

**جناب احمد نواز بلوج:** بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں قرارداد نمبر 8 کی مکمل تائید کرتا ہوں۔ ثناء بلوج کی باتوں کو سینڈ بھی کرتا ہوں۔ جناب والا! پاک چائنا کوریڈور اس century میں میرے خیال سے Asia کی سب سے بڑی اسکیم ہے جس میں بلوجستان، گوادر اور کاشغر۔ حال ہی میں میرا چائنا جانا ہوا اسی کوریڈور کے سلسلے میں۔ تو میں ایک ادنی سا student یا ایک ادنی سا worker ہو کر وہاں جو میری سمجھ میں آئی، میرا خیال اتنی بڑی پاکستان میں اتنے بڑے جتنے بھی پالیسی میکر زیں، ان کی سمجھ میں تو مجھ سے زیادہ آئی ہو گی۔ مگر جو میرا کہ میں ایک ادنی سا بلوجستان نیشنل پارٹی کا کارکن ہوں جو میری سمجھ میں آیا ہو تھوڑا آپ لوگوں سے share کروں۔ وہاں ہمیں جس انداز میں ہمیں treat کیا جا رہا تھا، گوادر یا کاشغر، نام یہی دو لیے جا رہے تھے۔ تو ہمیں کاشغر جب لے جایا گیا تو وہاں ہم نے دیکھا کہ کاشغر میں اتنی بڑی ترقی اور میرے ذہن میں گوادر جب آرہا تھا تو کاشغر کو دیکھ رہا تھا تو مجھے بہت افسوس آرہا تھا اپنے ان پالیسی میکر پر۔ جنہوں نے یہ معاملہ کیا تھا تو وہاں میں نے دیکھا کہ گوادر اور کاشغر۔ کیونکہ کاشغر free trade تھا اور اس کی جتنی بڑی جو یہاں سے ٹرکیں وہاں جائیں گی تو وہاں اسکا پارکنگ ایسا جب میں نے دیکھا ایک انج بھی آگے وہ اپنے اس ایسے اُنکو آگے کہتے ہیں ”کہ ہم آگے نہیں جانے دیں گے جوڑک یہاں آئیں گے۔ وہی یہاں آ کر کاٹا ہو کے اُسی پارکنگ سے واپس بارڈر کو جائیں گے اور گوادر پہنچیں گے۔“ تو مجھے افسوس ہوا کہ ہاں چائیز ہر جگہ پھر تے رہتے ہیں ہم نے کوشش کی کہ ہمیں آزاد چھوڑا جائے کہ ہم چائنا کے لوگوں کو visit کریں۔ انہوں نے کہا کہ ”آپ کو اجازت نہیں ہے۔“ ہم چائیز کو یہاں سر پر بٹھاتے ہیں ان کو اتنا پولوکول دے دیتے ہیں مگر ہم نے وہاں دیکھا کہ چائیز کا جو mind تھا وہ ہمارے گوادر کے لئے یا ہماری سر زمین بلوجستان کو ہڑپ کرنے کیلئے ہے۔ گوادر کی سر زمین انگوچاہیئے انگو بلوجستان چاہیئے۔ یہ کوریڈور، یہ گرین لائن، اور بن لائن، بلیک لائن، ایک ان کو ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اُنکی زمین، ان کی آبادی اتنی ہے کہ اُنکی وہ زمین ختم ہو گئی ہے۔ اُنکو ایک نئی زمین چاہیئے اور وہ ہے، وہ مٹھائی کا ڈبہ ہم نے انہیں طشتہ میں پیش کی ہے اسکا نام ہے ”گوادر“۔ میں نے ان سے کچھ سوالات بھی کیئے کہ ہم نے سُنا ہے کہ گوادر میں ہمارے students پڑھتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ پاکستان میں یہاں پچیس ہزار طلباء اور طالبات پڑھتے ہیں۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ بلوجستان کی اس میں کتنے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ don't know۔ امیں نے کہا کہ کیوں بھائی! ہمیں figures دے دو کہ ہمارے بلوجستان کے کتنے بچے اور بچیاں یہاں پڑھتی ہیں۔ تو اس نے کہا کہ آپ اپنی

فیڈرل گورنمنٹ سے رابطہ کریں۔ میں نے کہا کہ فیڈرل گورنمنٹ ہمیں گوادر میں بغیر اجازت، ہم اپنے کارڈر ذکھار کرو ہاں داخل ہوتے ہیں۔ مگر وہاں ہمیں کون دے گا کہ ہمارے لئے بچے گئے ہیں۔ اور جتنے بھی، جیسے کہ ثناء بلوچ صاحب نے تفصیل سے بات کی۔ تو میں ان کو سینئر کرتا ہوں۔ کہ خدارا! اگر جتنی بھی پالیسیاں آگے بُنی ہیں بلوچستان گورنمنٹ اور اس صوبہ کی گورنمنٹ کو آپ اعتماد میں لے کر آئندہ کالائجہ عمل تیار کریں۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ کی کوئی کمپنی اگر وہاں آتی ہے تو وہ ایگر یمنٹ کریں 99 یا 50 کی۔ تو وہ وہاں آ کر کے اپنی املاک میں تاکہ ہماری زمین تو بچے۔ تو اُس نے کہا کہ آپ اپنی فیڈرل گورنمنٹ کو بول دیں کہ وہ ہم ان سے بات کریں گے۔ تو ہماری اس گورنمنٹ، جام صاحب کا بیان جو انہوں نے کہا تھا کہ اگر کوئی یہاں آ کر کے املاک میں تاکہ اپنی فیکٹری لگائے گا تو وہ حکومت بلوچستان سے agree کرے گا تو اُس کی بھی میں تائید کرتا ہوں۔ کہ انہوں نے اچھے اقدامات کیئے۔ اچھے اقدامات جو بھی ہوں گے ہم ان کی تائید کریں گے۔ اور جو بلوچستان اور بلوچستان کے عوام کے مفاد میں نہیں ہوں گے ہم اُنکی مخالفت کریں گے۔ شکریہ۔ (ڈیک بجائے گئے)

**جناب چیئرمین:** قرارداد پر حکومتی موقوفہ کوئی ہے؟ جی سردار صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھنیران (وزیر ملکہ سائنس و میکنالوجی): پہلے تو میں دینش کمار کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ پہلی دفعہ اس کرسی پر بیٹھے ہوئے اچھے لگ رہے ہیں۔ جناب اسپیکر! جو قرارداد لائی گئی ہے قرارداد نمبر 1۔ میں medicine لے رہا ہوں، گلاخنگ ہو جاتا ہے میں مختصر۔ پتہ نہیں آپ نے بدعا دی ہے پتہ نہیں کیا ہے۔ تو میں اس کی مکمل حمایت کرتا ہوں ہم نے پہلے بھی جب ہم پانچ سال وہاں کرتی پر تھے اپوزیشن میں، تو ہم چیختے رہے۔ لیکن معدرات کے ساتھ قوم پرستوں نے جو آج بول رہے ہیں ان کا ایک ہی ممبر بچا ہے۔ آج انکو سی پیک یاد آیا ہے۔ اُس وقت ہم بول رہے تھے، اپوزیشن کی کرسیوں پر بیٹھ کے ہم نشاندہی کر رہے تھے۔ تو اُس وقت مرکز سے صوبے تک ان کی حکومت تھی اور یہ خواب خرگوش میں تھے۔ اب تو پانی سر سے گزرا گیا ہے۔ جیسا کہ میرے قائد chief minister نے کہا کہ early harvest ہو گئی۔ اُس وقت جو بھی incentive دینا تھے چاہنا نے پاکستان کو، وہ دے کے اب تو وہ گرے ہوئے خوشے جمع کرنے والی بات ہے اور رونے کے علاوہ کوئی بات نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سی پیک شروع بھی گوادر سے ہوتا ہے، ختم بھی گوادر پر ہوتا ہے۔ جناب اسپیکر! ریکارڈ پر ہے کہ سی پیک گوادر کا اور بھرتی پولیس میں گوروالہ کے ہو رہے تھے۔ اب میں تو اس قوم پرستوں کے ہاتھوں پانچ سال، چار سال، ساڑھے چار سال جیل میں رہا اور میں نواب ثناء اللہ زہری کا

بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے میری ہر موڑ پر ساتھ دیا۔ یہ لوگ جو آج قوم پرستی کا دعویٰ کرتے ہیں کبھی اسی سی پیک کے حوالے سے چاہتا، سوٹر لینڈ، یہ جو ہمارے ریکوڈ ک اور باقی چیزیں ہیں، گھومتی رہیں۔ تو اس وقت جب مرکز سے بات کرنی تھی تو ایک سب تحصیل کے تین تین سو ڈیم لیکر آئے تحصیل دو بندی کے لیے۔ اس وقت کسی نے نہیں کہا کہ جی یہ سی پیک جو آیا ہے جو معابرہ ہوا ہے اس میں بلوچستان کو کیا دیا جائے اور کیا نہیں دیا جائے؟ تو معدتر کے ساتھ یہ اپنے ذاتی project دیتے رہے لیکن بلوچستان کے level پر کوئی انہوں نے وہاں۔ کیونکہ ان کی مانی جاتی تھی جیسا کہ میرے دوست اسد خان نے کہا ایک طرف ایک بیٹھا ہوتا تھا دوسری طرف دوسرا بیٹھا ہوتا تھا، مرکز میں۔ اور یہ جو منہ سے نکالتے تھے وہ پورا ہو جاتا تھا لیکن اس میں انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ایک دفعہ احسن اقبال آیا ان سیڑھیوں پر، ہم لوگوں نے اٹھایا یہ نکتہ اس وقت میں جمعیت علمائے اسلام حضرت مولانا فضل الرحمن کی پارٹی میں تھا۔ تو انہوں نے کہا جی کہ مغربی روٹ، مغربی روٹ۔ اور وغلاء کے وہاں ژوب میں جو سڑک تھی اُس کا افتتاح کرایا کہ جی یہ سی پیک کا ہے۔ حالانکہ سی پیک کا تو اُس سے واسطہ ہی نہیں تھا۔ تو سی پیک میں اب ہمیں کیا ملے گا چپر، ہوٹل، ٹاروں والے، گاڑیاں چند گاڑیاں ہماری چلیں گی۔ کیونکہ آپ نے دیکھا ہوگا جب اپسکر! ایک دفعہ کاشغر سے ایک قافلہ آیا گوادر جا رہا تھا تو 24 گھنٹے تک کرفیو گا دیا گیا تھا اس پورے روٹ پر اُس کا میں چشم دید گواہ ہوں کہ میری نیمی جا رہی تھی میں تباہ behind the baby تھا۔ وہ کوئی 12 گھنٹے تک کھڑے رہے جب تک کہ وہ ٹرکوں کے قافلے گزر نہیں گئے۔ تو آئندہ بھی میرا خیال ہے یہی حشر ہوگا۔ تو ہم چاہتے ہیں جیسے میرے دوست نے کہا جو sign MOU ہوئے ہیں جو معابرے ہوئے ہیں ہمیں تو اُس کا پتہ نہیں ہے اس اسمبلی کو پتہ نہیں ہے۔ شاید وہ قوم پرستوں کے ساتھ بانٹے گئے ہوں، یا ان کو دکھائے گئے ہوں، یا ان سے approve کرائے گئے ہوں۔ ہمیں بحثیت اپوزیشن اُس وقت بھی اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ آج بھی ہم کو رے کے کو رے ہیں۔ یعنی اس طرف بیٹھے ہیں، ہم آج بھی کو رے کے کو رے ہیں کہ معابرہ کیا ہوا ہے؟ اُس کی کیا شرائط ہیں اور کیا سلسلے ہیں؟ تو ہم اپنے فاضل دوست کی قرارداد کی مکمل حمایت کرتے ہیں اور گزارش کرتے ہیں کہ کم از کم وہ MOU اور جو بھی documents ہیں، کم از کم اگر ذاتی طور پر اگر Chief minister یا دوسرے کسی کو نہیں دکھانا چاہتے۔ اس اسمبلی کو تو جو 56 کا ایوان ہے جو منتخب ہو کر آئے ہیں ان کو کم از کم اعتماد میں لیں اور اس house کی property بنائیں۔ تاکہ ہمیں بھی پتہ چلے کہ کیا ہوا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ پہلے بھی ہم پانچ سال تک بولتے رہے اور ابھی بھی پانچ سال تک میرا خیال ہے بولتے رہیں گے اور وہ documents ہمیں نہیں دیے

جائیں گے۔ thank you very much.

**جناب چیئرمین:** جی شاہ صاحب!

**سید احسان شاہ:** شکریہ جناب اپنیکر۔ جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ زیر بحث قرارداد بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ بلوچستان کے لحاظ سے اور اس کو اگر ہم ملکی تناظر میں دیکھیں تو بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ جناب والا! مجھ سے قابل جتنے فاضل دوستوں نے اظہار خیال کیا سب کا تقریباً متن یہی ہے۔ کسی پیک کے حوالے سے بلوچستان کو جتنا share ملتا چاہئے تھا وہ بلوچستان کو نہیں ملا۔ جناب والا! یہ حقیقت ہے یہ سی پیک کا منصوبہ جزل مشرف صاحب کے دورے start ہوا اور ہم نے اس کی پھر پور حمایت کی۔ اُس وقت ہمیں یہ یقین دلایا گیا تھا کہ سی پیک کے حوالے سے بلوچستان میں بہت سارے projects آئیں گے جو عوامی نوعیت کے ہوں گے۔ لیکن افسوس کے ساتھ میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ جب اُس کی صحیح implementation کا وقت آیا تو اُس وقت نواز شریف صاحب کی حکومت تھی۔ یہ ٹوٹل سی پیک کا منصوبہ 47 ارب ڈالر کا تھا۔ جس پر اس وقت تک چائینز اکھار ڈیز کے مطابق کوئی 26 ارب ڈالر خرچ ہو چکے ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے جناب والا! کہ ہمارا پاکستان کا مرکزی وزیر منصوبہ بندی دو سال تک اس قوم کے ساتھ غلط بیانی کرتے رہے ”کہ پنجاب میں جتنے منصوبے لگائے جا رہے ہیں ان کا سی پیک سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ ایک الگ agreement کے تحت چائنا اور پنجاب گورنمنٹ کے مابین یہ اسکیمیں یا یہ project lگائے جا رہے ہیں“۔ بعد میں جب KP کے وزیر اعلیٰ اور سندھ کے وزیر اعلیٰ جو اس وقت مراد علی شاہ صاحب ہیں، اُس وقت بھی یہ وزیر اعلیٰ تھے جب انہوں نے جا کے چائینز اکھار ڈیز سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا ”کہ نہیں، یہ سارے جتنے منصوبے جو power project کے لگ رہے ہیں، mass-transit stance کے لگ رہے ہیں یہ سارے تی پیک کے تحت ہیں“۔ تب جا کے انہوں نے شور مچایا پھر احسن اقبال صاحب نے اپنا وہ change کیا پھر کہنے لگے ”کہ ہاں یہ ایک umbrella project ہے سی پیک جس میں تمام پاکستان کے لیے ہیں یہ اسکیمیں“۔ اس وقت افسوس کے ساتھ یہ میں کہہ رہا ہوں کہ سی نے اُس سے سوال نہیں کیا کہ کیا بلوچستان پاکستان کا حصہ نہیں ہے؟ اور جناب والا! افسوس کی بات یہ ہے کہ سی پیک کا سارا منصوبہ، سارا منصوبہ اس کا جس سر زمین پر ہے یا ساری بلڈنگ کی بنیاد وہ گوادر پر ہے سی پیک کی۔ اور اس وقت جب میں بول رہا ہوں آپ کے ساتھ میں مخاطب ہوں اس وقت بھی گوادر میں پینے کے لیے صاف پانی مہیا نہیں ہے ٹینکروں کے ذریعے لا یا جاتا ہے اور لوگوں کو صاف پینے کا پانی ہم نہیں دے سکے ہیں اس سی پیک سے جہاں اس سی پیک کی بنیاد ہے۔

اور جناب والا! اُس کی جگہ پر لاہور کے اندر ایک mass-transit project کا name ہے اور نجٹرین کے نام سے ہے۔ اُس کی اگر آپ documents میں جا کر دیکھیں 1.9 بلین ڈالر۔ 1 سو 90 ارب ڈالر۔ 1 ارب 90 کروڑ ڈالر کی وہ ایکیم ہے۔ اور جو صرف لاہور شہر کے شہریوں کو سفری سہولیت فراہم کرنے کے لیے ہے۔ کوئی ہمیں سمجھائے کہ اس project کا سی پیک سے کیا تعلق ہے۔ power houses لگ رہے ہیں وہ سارے کے سارے اُس صوبے میں لگ رہے ہیں۔ تو غرض میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نواز شریف صاحب کو پاکستان صرف ایک ہی صوبہ لگتا ہے اور وہ جس کا نام پنجاب ہے۔ جناب والا! سردار صاحب کی بات کو میں second کرتا ہوں کھیزان صاحب کی کہ ہم نے کبھی کچھ کہا بھی ہے کسی سے؟ ہم نے کچھ مانگا بھی ہے کسی سے؟ ایک سابق وزیر اعلیٰ بلوچستان کا ڈاکٹر عبدالمالک صاحب وہ ملک کے وزیر اعظم اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ کے ساتھ چاٹنا جاتے ہیں وہاں وہ تین چار دن ٹھہرتے ہیں وہاں ان کی چائیز اخبار اٹھاریٹیز سے بات ہوتی ہے۔ MOU پر sign ہوتے ہیں۔ جب وہ واپس پاکستان آتے ہیں اور یہاں اخباری نمائندہ ان سے پوچھتے ہیں کہ وہاں کیا ہوا؟ کہتا ہے کہ مجھے تو کچھ پتہ نہیں ہے یہ record on ہے۔ اگر کوئی اُس وقت کے اخبار اٹھا کر دیکھیں تو اُس وزیر اعلیٰ کا بیان یہ ہے کہ میں چائیز اخبار اٹھاریٹیز میں مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔ میری معلومات کے مطابق سینیٹ میں احسن اقبال صاحب سے یہی سوال کیا گیا جو اس سے آگے نواب اسلم ریسنسی صاحب کی ایک قرارداد ہے۔ بالکل یہی قرارداد اور اسی سے متعلق جلتی ایک ایجمنڈ اتحا۔ سینیٹ کے floor پر کہ جس سی پیک کا agreement ہے، اُسکو floor پر لایا جائے۔ سینیٹ کو بتایا جائے کہ وہ کیا معاهدے ہیں پاک چائیز کے ماہین؟ تو احسن اقبال کا وہاں floor پر کہنا یہ تھا کہ جی یہ دور سیاستوں کے درمیان معاهدے ہے۔ اس معاهدے کو ہم یہاں floor پر نہیں لاسکتے۔ اگر کسی نے دیکھنا ہے تو میرے آفس آجائے، سینیٹ کچھ ہیں جن کو میں جانتا ہوں مجھ سے انہوں نے کہا۔ میری (mrs) (نیگم) بھی وہاں تھی، جب وہ احسن اقبال کے آفس گئے کہ جی وہ ہمیں دکھائیں۔ تو انہوں نے کہا کہ نہیں جی agreement تو ہم نہیں دکھاسکتے۔ تو اگر اتنے خفیہ agreements کے جاتے ہیں تو تشویش لازمی چیز ہے تو میں کے درمیان ملک کے عوام کے درمیان تشویش تو پائی جائے گی۔ اور جناب والا! اب تو بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ جو گواہ منصوبہ ہے سی پیک کا یہ صرف کاروباری یا economic portion ہے اس میں فوجی، اس کا ایک portion حفاظت سے متعلق ہے۔ اور وہاں naval-base بنے گا۔ چائیزا اور پاکستان کا مشترکہ جس کو ابھی اس موقع پر کسی نے اس بات کو چھیڑا نہیں ہے۔ اور جناب والا! پچھلے دونوں جب پاکستان اس وقت ہمیں اندازہ ہے کہ جس

financial crisis سے دوچار ہے۔ اُس سے نکلنے کے لیے ہمارے وزیر اعظم صاحب سعودی عرب ک، چاٹنا اور UAE کے دورے کیے اور سعودی عرب نے شاید 3 ارب ڈالر کی حامی بھری ہے کہ وہ اسٹیٹ بینک میں آئیں گے۔ آج میں TV میں دیکھ رہا تھا کہ UAE سے بھی کچھ ارب ڈالر آئیں گے۔ تین ارب تو جناب والا! اب اُس کے عوض ان کو دیا کیا گیا ریکوڈ ک جو ایک عام بلوچ ایک عام بلوجتھانی کی سمجھ میں آنے والی بات ہے، وہ یہ ہے کہ ریکوڈ کو سعودی عرب سے کہا گیا کہ ریکوڈ ک جو 5 سوارب ڈالر کی deposit ہے، آپ ہمارے ساتھ حصہ دار ہیں آپ ہمیں یہ 3 بلین ڈالر ہمارے central bank میں deposit کے طور پر رکھیں گے defer payment پر ہمیں 3 سال کے لیے تیل دیں گے۔ آیا اس میں بلوجتھان کو کسی نے اعتماد میں لیا؟ بلوجتھان کی صوبائی اسمبلی کو اس بات کا علم ہے؟ بلوجتھان کے وزیر اعلیٰ کو اس بات پر اعتماد میں لیا گیا ہے؟ میرا تو نہیں خیال کہ لیا گیا ہوا گریا گیا تو جام صاحب یقیناً اپنی wind up speech میں ایوان کو بتائیں گے۔ لیکن میرا نہیں خیال تو جناب والا! جب اس قسم کے agreements کے تو شکوک و شہادت لازمی چیز ہے اور یہ نہیں کہ اٹھار ہویں ترمیم میں معدنیات صوبائی list میں آئیں۔ یہ تو 1973ء کا آئین اگر ہم دیکھیں تو جتنی معدنیات ہیں اُس آئین میں بھی جو بھٹو صاحب کے زمانے کا نبیادی آئین ہے اُس نہیں بھی amend کے بغیر والا آئین اُس میں بھی یہ تمام صوبائی subject ہیں معدنیات۔ اور اس کے باوجود بلوجتھان کو میرا نہیں خیال کر سی نے اعتماد میں لیا ہے۔ تو جناب والا! بس یہی گزارشات تھیں۔ اور اسی کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ ہم امید رکھیں گے کہ جام صاحب اس پر ذرا stand لیں گے۔ اور صوبے کے مفادات کا تحفظ کریں گے۔ یہ پورا ایوان جس طرح فضل آغا صاحب نے کہا جہاں تک بلوجتھان کے مفادات کی بات آئے گئی تو یہاں کوئی اپوزیشن، کوئی حکومت نہیں ہے۔ پورا ایوان ایک ہے، انشاء اللہ تعالیٰ۔ شکریہ۔

**جناب چیرمن:** بہت شکریہ۔ جی اسد بلوج صاحب!

میر اسد اللہ بلوج (وزیر محکمہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل انجمنکشن) : جناب اسپیکر! جس طرح سے ہمارے ساتھیوں نے اپنے خیالات اور جذبات کا دانشوری کے ساتھ اظہار کیا۔ سی پیک (آج سے پانچ سال پہلے اسمبلی کی فلورا پنی جگہ، کہیں اخبار میں statement دینا بھی شجر منوع تھا۔ پچھلی گورنمنٹ نے جب سی پیک کے حوالے سے چاٹنا کا دورہ کیا تو انہوں نے ہر جگہ اپنی مغلبوں میں، اپنی تقریروں میں، سینا رور کشاپ میں کہا کہ ”جب CPEC ہو تو بلوجتھان کے عوام کا تقدیر یہی بد جائے گا“، اس کی تعریف میں وہ تھکنے نہیں تھے لیکن جناب والا! جام صاحب نے جب کابینہ کی میٹنگ میں کہا ”کہ CPEC کے حوالے سے ہمیں بریفنگ

دی جائے، تو حفیظ جمالی صاحب نے جو بریفنگ دی تو سمجھیں کہ وہ اپنے اکلا چوہا۔ بلوچستان کے ساحل و وسائل کی دفاع کی خاطر ہمیں ایک ہو کر لڑنا ہے۔ یا ہم اپنے پارٹی مفادات بچائیں، اپنا self interest بچائیں یا بلوچستان کے وسائل بچائیں۔ اس میں سے ابھی حالات وقت کا تقاضے ہے کہیں اگر میں پشتوں کے مفادات کی protection کی بات کروں تو مجھے یہی طعنہ دیا جاتا ہے ”کہ بلوج ہوتے ہوئے پشتوں مفادات کی protection کی بات کر رہے ہیں“، کوئی پشتوں اس فلور پر بلوج کے اگر مفادات کی اگربات کرے اس کو بھی یہی طعنہ دیا جاتا ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ بلوچستان کی سر زمین پر بیٹھے ہوئے اُن تمام فرزندوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اس سر زمین کی جو بنیادی تاریخی لحاظ سے زمین پر جو دن ہوئے ہیں۔

(اذان- خاموشی)

کسی ساتھی نے کہا ”کہ جام صاحب کے چانتا جانے یا نہ جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا“، اگر وہ جاتے تو یہی کہا جاتا ہے ”کہ وہ signature کیلئے گئے“، اگر نہیں گئے تو کہتا ہے ”کہ فرق ہی نہیں پڑتا“، ہم ثبت سوچ کے ساتھ آگے بڑھیں۔ یہاں 65 ساتھی بیٹھے ہوئے ہیں، مختلف پارٹیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن سر زمین مشترک ہے، مفادات مشترک ہے۔ اس مشترکہ مفادات کی خاطر مشترکہ جنگ کی ضرورت ہے۔ اس میں اس وقت کوئی شک نہیں کہ بلوچستان کو ایک کالونی ایک نوا بادیاتی طرز حکمرانی کے طور پر چالایا جا رہا ہے۔ بلوچستان کے وسائل کو بچانے کیلئے یہاں کی تمام سیاسی پارٹیوں کی ذمہ داری بنتی ہے۔ ایک ہو کے اسلام آباد سے اپنا آئینی، قانونی جنگ لڑیں۔ میں اس قرارداد کی، اپنی پارٹی کی جانب سے حمایت کرتا ہوں۔ اور اس امید کے ساتھ کہ ہم مشترکہ یہ جنگ لڑیں گے thank you

جناب چیریمن: بہت بہت شکریہ۔ جی قائد ایوان صاحب۔

**جام میرکمال خان عالیانی (قائد ایوان):** جناب والا! اس بات پر خوشنی ہے کہ آج اپوزیشن کی طرف سے ایک ایسی قرارداد آئی جس میں انہوں نے گورنمنٹ کے assistance کی کسی نہ کسی طرح، تھوڑا support بھی کیا ہے۔ اور جہاں تک سی پیک کی بات آتی ہے۔ تو عموماً نہ صرف پاکستان میں بلکہ دنیا میں اس subject کو بڑے غور سے اور اس کے dynamics کو بڑے غور سے دیکھا جاتا ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاؤں گا کیونکہ بہت سارے دوستوں نے اس پر بڑی تفصیلی بات کی ہے۔ لیکن اس بات پر ہم سب آج ایک پلیٹ فارم پر اگر اس اچنڈا پر کھڑے ہیں تو اس کے اندر کوئی نہ کوئی صداقت ضرور ہے۔ جس سے آج شاید ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہم محروم ہوتے ہوئے آگے کی طرف جا رہے ہیں۔ CPEC کا جواہل



اور اگر اس کمیٹی کے اندر وہ projects، وہ چیزیں نہیں ہیں۔ تو جو ائمکنیشن میں چاکنا جانا کوئی خاص معنی نہیں ہوتا۔ تو حالیہ جب ہم CPEC کے حوالے سے بریفنگ لی اور ہمارے جو کنسٹینٹ ہے، اُن کو ہم نے کہا کہ آپ ہمیں بتائیں کہ CPEC کے حوالے سے بلوچستان میں کیا کیا ہے؟ کتنے پرا جیکش ہیں؟ کتنے منظور ہیں؟ ہمارا statues کدھر ہے؟ کدھر منظوری ہو چکی ہے؟ کتنی اسکیمتوں کی لسٹ ہم مزید بنائیں؟ تو اس بریفنگ کو جب ہم نے پہلی دفعہ اور یہ میرے خیال میں پہلی دفعہ ان پانچ سالوں میں ہوا ہے۔ کہ کیبینٹ کو CPEC کی Presentation دی گئی۔ ماضی میں CPEC کو ہمارا discuss کیا گیا؟ ماضی میں CPEC کے حوالے سے کیا مشورے ہوئے؟ ماضی میں CPEC کے حوالے سے کیا منصوبہ بندی ہوئی؟ نہ تو کیبینٹ کو پتہ تھا نہیں ای لوگوں کو۔ لیکن ہم نے اپنی پہلی کیبینٹ کے بعد ابھی حالیہ ہماری جو کیبینٹ ہوئی ہے با قاعدہ CPEC کی بریفنگ ایک Presentation ہوئی۔ اور اُن سب چیزوں کو ہم نے سامنے رکھا کہ یہ ساری CPEC کا پیکچر یہاں سامنے موجود ہے۔ اور جب اُس پیکچر کو ہم نے دیکھا تو اس میں ہمیں یہ پتہ چلا کہ CPEC کے اندر گورنمنٹ کا، بلکہ بلوچستان صوبے کا جو Financial بلوچستان کے حصہ آیا ہے وہ صرف چار ساڑھے چار پرسنٹ ہے۔ تو یہ معلوم کیا گیا کہ یہ بھی اگر بلوچستان میں آیا ہے تو یہ کس مریض آیا ہے؟ کیا اس سے اسکول بننے؟ کیا اس سے ہسپتال بننے؟ کیا اس سے روڈ بننے؟ کیا کوئی کے پانی کا مسئلہ حل ہوا؟ کیا نئے ڈیم بننے؟ کیا لوگوں کے روزگار کیلئے بہت ساری طریقہ کارکی چیزوں بننیں؟ کیا یہ ان سب چیزوں پر، ان پیسوں میں جو 4.50% 4% ہیاں خرچ ہوئے؟ لیکن پتہ چلا کہ ان سب سیکٹر زمین سے کہیں پر بھی خرچ نہیں ہوئے۔ خرچ اگر ہوئے تو دو پرا جیکش پر ہوئے۔ ایک کوں پاؤ رپلانٹ جو گلڈانی میں لسیلے میں ہے وہاں بننا پر ایک سیکٹر کا۔ اور باقی جو پیسے ہیں وہ گواہ پورٹ اخواری کے اوپر، پورٹ ڈولپمنٹ میں خرچ ہوئے اور اگر ہم یہ ان دونوں چیزوں کو صرف CPEC سمجھیں کہ صرف ایک پاؤ رپلانٹ لگانے کا مطلب تھا اور ایک پورٹ کی ڈولپمنٹ کے حوالے سے تھا۔ اگر ان دونوں projects کو اگر CPEC سے باہر نکال دیں تو میرے خیال میں بلوچستان کا 1% بھی حصہ نہیں ہے۔ تو اسی بات کو ہم نے دہرا یا ”کہ جی ٹھیک ہے“ ماضی میں تو ہمیں شیئر ان پرا جیکش میں نہیں ملا۔ اب کون ہی اسکیمات ہیں جو منظور ہیں۔ جن کے حوالے سے ہم اگر چاہتا جائیں گے یا کہیں اور جائیں گے تو ہم سے بات چیت ہوگی۔ تو پتہ چلا ابھی تک ہمارا joint working group ہے اسکے اندر جو اسکیمات ہیں۔ اُن میں سے ابھی تک ایک بھی approve نہیں ہے۔ ہمارا stage ہے، جو JCC میں جو جانے کا ہے، اُس سے پہلے جو ایک جسے ہم اپنے پلانگ ڈولپمنٹ

ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے PDWP کہتا ہے یا CDWP وفاق میں کہتا ہے۔ اسی طرح ایک کہتا ہے۔ یہ آپ کے وہ ادارے ہیں جہاں سے آپ کا concept paper PC-I approve نہیں ہوتا وہ نہ تو PSDP کا حصہ بنتا ہے نہ کسی بجٹ کا حصہ بنتا ہے۔ تو ہمارے ہاں جو joint working group میں PSDP جن چیزوں نے منظور ہونا تھا وہ ویسے کے ویسے پڑی ہوئی ہیں۔ اور ان میں سے ایک اسکیم جو شاید D.I Khan میں approve ہو جائے۔ یہ وہ اسکیم ہیں جو 70 کلومیٹر کا ایک Patch ہے چھوٹا سا جس میں concept ہے۔ اور اسکے علاوہ اس پورے کتابچے میں ساری وہ اسکیمیں ہیں جن کا یہی stage ہے۔ ابھی تک approve نہیں ہوئے ہیں۔ تو loan دینا اور ان کی منظوری ہونا، انکو CEPC میں استعمال ہونا اور انکو CEPC کے جو اسٹرکٹ پورے Financial umbrella کے اندر آنا بہت دور کی بات ہے۔ تو مزید یہ بات پھر ہم نے اٹھائی ٹھیک ہے۔ ”کہ جی ٹھیک ہے، منظور تو کچھ نہیں ہے، تو ابھی منظور کچھ کروں میں تو اس کا کیا طریقہ کار ہے؟“ تو اس میں ہمیں واضح طور پر بتایا گیا ”کہ جی اس stage پر تواب کچھ منظور نہیں ہو سکتا“۔ ہمارے پاکستان کا جو ٹوٹل portfolio ہے جس میں ہم یہ بات کرتے ہیں کہ 60 یا 62 ارب روپے کا ہے۔ اصل میں وعدہ جو بھی کیا ہو، 70 کا ہو، 80 کا ہو، 60 کا ہو۔ لیکن گراونڈ پر ہم 29 ارب پر ابھی پہنچے ہیں۔ تو 29 ارب کے یہ پروجیکٹس ہیں جن میں بہت ساری چیزیں ہوئیں۔ اور بلوچستان میں میں نے آپ کو بتایا دو اسکیمیں تھیں۔ اور اس میں تھوڑی بہت تحقیق جب ہم نے کی تو لاحالہ کوتا ہی ہماری اپنی خود نظر آئی ہے۔ کہ ہم اگر joint working group میں اپنی اسکیمات کی منظوری کیلئے ایک طریقہ کار بناتے۔ ایک اچھا way forward pursue کرتے تو ہم اس کو اگر باقاعدہ approved ہوتے۔ ہمیں یہ بھی پتہ ہوتا کہ انہوں نے loan format پر ہونا ہے، Grant Format پر ہونا ہے۔ گورنمنٹ آف بلوچستان کا loan ہے، وفاق کا loan ہے، ہم دونوں کا مشترکہ loan ہے۔ یا چاننا کی طرف سے investment ہے۔ تو جناب اپنیکر! آج کی صورتحال میں جب CEPC کا ہم ملاحظہ اس طرح کرتے ہیں تو میرا سوال پھر سب سے پہلے وہاں یہی بنائے اس سی پیک کا دارو مدار اگر بلوچستان پر ہے۔ اور اس کے حوالے سے گواہ اور بلوچستان کے بارے میں بڑی بات ہوتی ہے۔ اور اگر اسکا فائدہ بلوچستان کے عوام کو، بلوچستان کے آنے والی نسلوں کو اس صورت میں وفاق کی طرف سے ملا اور ماضی کی حکومت میں، پچھلی گورنمنٹ کی طرف سے ملا تو یہ بہت ہی میں سمجھتا ہوں کہ، جان بوجھ کے تو میں نہیں کہوں گا لیکن ہماری کوتا ہیوں کی وجہ

سے آج ہم سی پیک کو اس صورت میں دیکھ رہے ہیں۔ اب ہمارے پاس طریقہ کار کیا ہے؟ اور وہ طریقہ کار ہم نے اپنایا۔ اور ہم نے ماضی میں شایدی سی پیک کے بارے میں کسی نے کوئی بیان بھی نہیں دیا ہوگا۔ لیکن الحمد للہ آپ کی حکومت نے ایک stand یا اور با قاعدہ وہ stance اور وہ stand آج بھی اُسی طرح برقرار ہے۔ کہ ہم نے ہر فرم پر چاہیے پرائم منستر صاحب ہوں ہماری چائینیز اخبار ٹیز ہوں ہماراوفاقی بلانگ کیشن کا ادارہ ہو یا ان کا منستر ہوان کو بڑے آسان الفاظ میں ہماری کیبینٹ کے ممبرز نے اور میں نے بھی یہی کہا کہ اس سی پیک کے حوالے سے اگر ہمیں آپ نے صرف میٹنگز میں بھانا ہے اور یہ دکھانا ہے دنیا کو کہ جی اس سی پیک میں وفاق کے ساتھ یا وفاقی وزرا کے ساتھ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ اور ہمارے ساتھ سب ہم آہنگی میں شامل ہیں اور ہم اس میں آگے کچھ نہیں کر سکے اور صرف تصویر ہماری چلے تو آئیں بلوچستان کا فائدہ نہیں ہے۔ اگر بلوچستان کی اسکیمات اور وہ طریقہ کار کیا ہوگا کیونکہ الحمد للہ بلوچستان حکومت بہت سمجھتی ہے اپنی ذمہ داریوں کو اور ان ساری چیزوں کی گہرائیوں کو بھی کہ آپ ابھی ہمیں اس بات پر ٹرختا نہیں سکتے کہ آپ ٹوپ میں آ کے ایک تختی لگادیں اور مجھے بتا دیں ”کہ جی سی پیک میں شامل ہو گئے ہیں“ اور میں یہ سمجھ لوں کہ بالکل جی بلوچستان کے روڈز سی پیک میں شامل ہو گئے۔ چونکہ ایک تختی لگ گئی ہے آپ نے اگر سی پیک میں کوئی چیز منظور کرانی ہے یا کرانی گئی ہے یا آگے کی طرف ہو گئی آپ ہمیں ابھی وہ کاغذی کارروائی پوری دکھائیں۔ اگر وہ ہمارے joint working group میں approved ہیں۔ اگر ان کیلئے چائینیز گورنمنٹ کا loan sanction ہے۔ اگر چائینیز گورنمنٹ کی طرف سے foreign direct investment کے حصے کو شیرکر رہی ہے یا ہمیں کوئی گرانٹ مل رہی ہے یا کاغذی صورت میں اگر ہمارے سامنے شامل ہو گی، بلوچستان کے لوگ اس کو accept کریں گے بلوچستان حکومت اس کو accept کرے گی۔ لیکن اگر یہ ساری چیزیں نہیں ہیں اور محض صرف بات یہ ہے کہ جی بالکل ہو جائیگا بات ہے ہمیں بات کا بھی پتہ ہے طریقہ کار بھی پتہ ہے ٹائم فریم کا بھی پتہ ہے۔ ان سب چیزوں کا پتہ ہے کہ انہوں نے کہا سے approve ہونا ہے، کس طریقہ کار سے approve ہونا ہے اور جب تک اس طریقہ کار سے approve ہو کے ہمارے سامنے نہیں آیا گی یہ با قاعدہ طور پر نہیں بن سکتا تو ہذا اب جب خسر و ختیار صاحب واپس آئیں گے اور اسلام آباد آئیں تو انشاء اللہ ہمارا یہی پروگرام ہے کہ ہم پہلے تو ایک دفعہ وہ کوئٹہ بھی آئیں گے پھر اگر وہاں ان سے ہمارے پاریمنٹریز کی، بینٹ میں ہمارے پاریمنٹریز ہیں۔ بینٹ اسے میں ہیں۔ ان کی اگر ملاقات ہوئی ہم با قاعدہ ایک طریقہ کار کے مطابق ان دو چیزوں پر بیٹھیں

گے۔ ایک ہے سی پیک کا ایک پورا umbrella system اور ایک ہے وفاقی حکومت کا اپنا پی ایس ڈی پی۔ ہمیں ماضی میں نہ تو فیڈرل پی ایس ڈی پی سے کچھ ملانہ ہی سی پیک سے کچھ ملا۔ میں تو کبھی کبھی بڑا حیران ہوتا ہوں کہ ماضی میں بھی ہماری صوبائی حکومت رہی ہے لیکن وفاق سے اسکیمات کا لینا بہت آسان طریقہ کار ہوتا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ آپ وفاق کے پاس جائیں اور وفاق آپ کو صوبے میں کوئی اسکیم نہ دے۔ لیکن کچھلی گورنمنٹ کا جو یہ طریقہ کار پانچ سال کا رہا۔ فیڈرل پی ایس ڈی پی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا کوئی شیئر نہیں ہے، فیڈرل پی ایس ڈی پی میں average ساڑھے تین پرسنٹ کا شیئر ہمیں ملا ہے۔ این الیف سی کا جو ہمارا فارمولہ ہے وہ نو پرسنٹ کا ہے کہ نو پرسنٹ حکومت بلوچستان کو ملے گی اور اس میں محترم جناب نواب اسلام رئیسانی یہاں موجود ہیں اور جب اٹھا رہوں ہیں ترمیم کا سلسلہ ہوا تو اس میں ایک بڑی پیشرفت ہوئی تو یہ نو پرسنٹ پر جا کے پہنچا تو ہم اسی بات پر پچھلے سالوں میں یہی موقع رکھ رہے تھے کہ نو پرسنٹ نہیں تو کم از کم سات، آٹھ، چھ پرسنٹ پر بھی فیڈرل پی ایس ڈی پی میں ہمارا حصہ ہونا چاہیے اور وہ حصہ تین ساڑھے تین average پر ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ یہ اسکیمات جن کے حوالے سے ساڑھے تین پرسنٹ بھی ہمیں ملا ہے یہ کوئی نئی اسکیمات نہیں ہیں۔ یہ ساری اسکیمات پندرہ سال پرانی ہیں یا تو ہماری نئی اسکیمات ہوتیں یا تو ہم یہ بولیں کہ جی ہوشاب کار روڈ نیا ہے یا ہم بتائیں تربت کانیاروڈ بناء ہے یا ہم یہ بولیں کہ جی ڈی آئی خان کا ایک نیاروڈ بناء یا ہم یہ بولیں کہ جی کچھی کینال ایک نئی اسکیم ہے۔ یا ہم یہ بولیں کہ پٹ فیڈریک ایک نئی اسکیم ہے۔ یہ ساری وہی اسکیمات ہیں جو پندرہ سال پہلے فیڈرل پی ایس ڈی پی میں شامل ہوئیں۔ لیکن چونکہ بہت ساری وجوہات کی وجہ سے funding ہو کے reflects expense وفاق کی طرف سے ماضی میں show کر کے دکھایا ہے کہ ہم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو جب خسرہ بنتا رہا، اب انشاء اللہ آئیں گے، ابھی بھی اسلام آباد میں جب انہوں نے مجھے بہت insist کیا ”کہ آپ کو ہمارے ساتھ چلنا چاہیے“۔ تو میں نے کہا ”جی میراجانا بہت مناسب نہیں ہو گا کیونکہ میں اپنے صوبے کیلئے کوئی پیشرفت جب تک نہیں دیکھوں گا میرے لئے فیصلہ کرنا ناممکن ہے۔ آپ واپس آئیں، آپ پہلے سی پیک کے حوالے سے بھی ہمیں فوری آگاہی دیں کہ ہم اگلے تین چار سال میں سی پیک میں کہاں کھڑے ہوں گے؟ اور آپ ہمیں فیڈرل پی ایس ڈی پی کے بارے میں بھی زیادہ مطمئن کریں کیونکہ فیڈرل پی ایس ڈی پی کا ایک بہت بڑا شیئر ہے پچھلے پانچ سالوں میں پانچ ہزار ارب روپے پی ایس ڈی پی میں خرچ ہوئے۔ یعنی کہ ہم سمجھیں کہ پچاس بلین ڈالرز۔ اُس پچاس بلین ڈالرز میں ٹوٹل حکومت بلوچستان پر جو

پانچ سالوں میں فیڈرل پی ایس ڈی پی میں خرچ ہوئے ہیں، یہ پہلے بھی میں نے بہت دفعہ کہا ہے ہمیں لفڑیاً سماڑھے تین سوارب سے چار سوارب روپے ٹول ملے ہیں۔ پچاس ارب میں سے ہمیں چار ارب ملے ان پانچ سالوں میں۔ تو ہمیں تو پچھلا شیئر بھی نہیں ملا اور ہم ان کی توقع میں ہیں۔ تو اب ہمیں، ہماری جو deleted اسکیمیں ہیں ہماری جوئی اسکمیں ہیں اور آپ کا جو بلوجستان کیلئے آنے والے پانچ دس سالوں میں فیڈرل پی ایس ڈی پی میں جو ایک طریقہ کارہوگا، آپ ہمیں بتائیں کہ آپ ہماری کون کون سی بڑی اسکیمات رکھ رہے ہیں؟ کیا بلوجستان کے پانی کے منسلک کیلئے اسکیمات رکھ رہے ہیں؟ کیا بلوجستان کے لئے روڑوں کیلئے اسکیمات رکھ رہے ہیں؟ کیا بلوجستان کی ٹرانسپورٹ کو بہتر کر رہے ہیں؟ کیا بلوجستان کیلئے ڈیم سسٹم کیلئے کام آپ کر رہے ہیں؟ کیا بلوجستان کے یروزگاری کو دور کرنے کیلئے industrial processing units آپ لگارہے ہیں؟ کیا بلوجستان کیلئے ہیئتھ اور ایجوکیشن میں کوئی بہت بڑا پیکچر ہمیں فیڈرل پی ایس ڈی پی سے مل رہا ہے یا نہیں مل رہا؟ اور اگر یہ نہیں مل گا اور ہمیں نہیں تباہیا جائیگا پھر ہم اپنے اسی stance پر قائم ہیں، ہم بالکل ایک اتحادی ہیں اس اسمبلی میں بھی اتحادی ہیں، وفاق میں بھی اتحادی ہیں لیکن ہم اتحادی ہیں ہماری بلوجستان عوامی پارٹی کا ایک بڑا slogan clear slogan میں ملا کہ ہم بلوجستان کے مفاد میں بلوجستان کی ترقی میں بلوجستان کی خوشحالی کیلئے یہ پارٹی آگے کام کر گی لیکن اگر ان ساری چیزوں میں ہمیں حاصل کچھ نہیں ہو رہا ہے اور ہم صرف برائے نام اگر کہیں کھڑے ہیں تو یہ ہمارے لئے بہت بڑی بدنامی کا سبب نہ صرف میرے لئے ہماری پارٹی کیلئے coalition کیلئے بلکہ اپوزیشن کیلئے بھی بنے گا۔ تو یہ اس چیز میں دوراً بے بالکل نہیں ہے یہ بڑی کلیسر ہے اب وہ آئیں گے انشاء اللہ الگے تقریباً دس پندرہ دنوں میں ہماری سینگ بلکل ہو گی۔ انفراسٹرکچر کے حوالے سے، ان سب چیزوں کے حوالے سے دونوں components بلکہ میں تو ایک تیرا بھی اس میں آہستہ آہستہ شریک کر رہا ہوں اور وہ ہے کہ فیڈریشن میں جو بلوجستان کا کوٹھہ بتا ہے five to six percent employment کا، وہ ایک بہت بڑی چیز ہے جس سے ہم مایوس ہو کے، بہت ہمیں لپسمندگی ہوئی ہے کہ بلوجستان کو اپنا due right jobs میں بھی نہیں ملا ہے۔ تو یہ تین چیزوں میں اگر بلوجستان کے ساتھ ایک اچھا روایہ، بلوجستان کیسا تھا ایک اچھی ایک پیشرفت ہو گی اور ہمیں یہ محسوس ہو گا کہ yes وفاتی حکومت ہمارے ساتھ step-by-step اس میں بہتری لارہی ہے۔ ہم assist کریں گے، ہم support کریں گے، لیکن جہاں ہمیں محسوس ہو کہ ہمیں صرف بالتوں تک اگر ٹرخایا جا رہا ہے اور ٹائم پاس کروا یا جا رہا ہے۔ تو ہم اپنا point of view بھی رکھتے ہیں، اپوزیشن بھی یہاں

بیٹھی ہے، بلوچستان اپنا حق بھی رکھتا ہے۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ اب وہ وقت نہیں ہے بلوچستان کیلئے، بلوچستان اب ان ساری چیزوں سے مزید دوچار نہیں ہو سکتا۔ ہمارے بہت serious concern فناشل بھی ہے، انفاراسٹرکچر کے بھی ہیں۔ اور یہ صوبہ ایک قحط سامی سے بھی گزر رہا ہے۔ ہم نے اپنی ذمہ داریاں ایک پراوشل حکومت کے حوالے سے بھرپور انداز میں کرنی ہیں۔ اور میں چاہوں گا بالکل اپوزیشن اپنا پورا right رکھتی ہے، criticise کرنے کا رکھتی ہے۔ اپوزیشن ہمیں ایک check and balance پر رکھتی ہے۔

بالکل اپنا رکھیں لیکن بلوچستان کے جہاں مفاد جات کی بات ہو، جس طرح مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ فیڈرل گورنمنٹ کے حوالے سے جب ایک دو نشستیں ہوئیں۔ تو اس میں اپوزیشن کے یہاں ہمارے ساتھ اپوزیشن میں ہیں لیکن وہاں ہم ان کے ساتھ بھی coalition میں ہیں، تو ان کا ایک اچھا stance رہا اور انہوں نے باقاعدہ ایک joint working group کی صورت میں پرائم منستر سے ملاقات کی اور بلوچستان کا موافق سامنے کیا۔ بلوچستان میں جناب اسپیکر! بڑا potential ہے اس صوبے میں۔ میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دوں گا کہ کل جب ہم بیٹھے تھے، خاص کر بلوچستان کے وسائل کی جب بات ہوتی ہے، تو ان وسائل کے حوالے سے ہم اسلئے کئی سالوں سے سن رہے ہیں، کل جب پہلی دفعہ مائنگ کمیٹی کے ایگزیکٹیو کا بورڈ بنایا گیا تھا 2015ء میں، تو کل اس کی پہلی میٹنگ ہوئی تھی، ساڑھے تین سالوں میں۔ تو جب سے وہ ایگزیکٹیو بورڈ بناتھا، کل اس کی پہلی میٹنگ ہوئی۔ تو ہم نے محسوس کیا کہ بلوچستان کے بہت سارے ایسے resources ہیں، جن پر باقاعدہ lease کر کے بہت ساری کمپنیاں بیٹھی ہوئی ہیں، سالوں سے بیٹھی ہوئی ہیں۔ نہ خود کچھ کام کر رہی ہیں، نہ کسی کو کام کرنے دیتی ہیں۔ جہاں پانچ سوا کیڑدینا چاہیے وہاں دس، دس ہزار ایکڑ دیا ہوا ہے۔ بلکہ کچھ کمپنیاں تو ایسی بھی ہیں جن کے پاس ایک ایک لاکھ ایکڑ کی بھی ELB ہے اور ML بھی ہے۔ تو ان سب چیزوں پر اگر ہم کام کریں گے اس پر deliberations کریں گے، اس سے فائدہ، نقصان کوہٹا کے، یہ ہم سب کے اجتماعی فائدے میں، اس صوبے کے فائدے میں ہیں، یہ وسائل آج کارآمد ہوں گے، یہ وسائل آج کام آئیں گے، ہم اپنا انفاراسٹرکچر کریں گے۔ ہم سی پیک کو صحیح address کریں گے۔ ہم اپنی فیڈرل پوسٹوں کے حوالے سے کام کریں گے، ہم فیڈرل پی ایس ڈی پی میں اپنا due-share لیں گے تب جا کے ہم اپنے بلوچستان کے لوگوں کو روزگار، تعلیم، صحت، اچھا ماحول اور ایک اچھا future ہمچوٹے چھوٹے سکیں گے۔ لیکن اگر ان چار پانچ چیزوں پر focus ہمارا نہیں رہا۔ اور ہم نے اگر یہ محسوس کیا کہ ہم چھوٹے چھوٹے مسائل میں ہی پھنسنے رہیں، تو پھر بلوچستان کا اصل جو وہ کبھی نہیں آ سکے گی۔ تو میرے خیال سے، چاہے ہم گورنمنٹ ہو یا

اپوزیشن ہو، ہمیں اس سے بالاتر ہونا چاہیے۔ ہمیں پانچ چھ subjects بلوچستان کے ہیں اُنکو serious لینا چاہیے۔ اپنا پورا focus اس پر کرنا چاہیے اور ان پر مزید آگے کام کرنے کی ضرورت ہے تو میں اس بات پر ایک دفعہ پھر ضرور کہوں گا کہ یہی پیک کے حوالے سے جو بھی initiative ہے اس پر گورنمنٹ بہت serious ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ پچھلے تقریباً ایک ڈیڑھ ماہ سے گورنمنٹ نے اپنا ایک ڈیالیا ہے اور اس stance پر باقاعدہ ہم کھڑے ہیں۔ ہیں اور جب تک یہ ہمیں اس کے اندر concrete-result سامنے نہیں آتے، ہمیں concrete باتوں کی ابھی گنجائش نہیں ہے کہ مجھے کوئی آکے وعدہ دیدیے کہ جی بالکل اب ٹھیک ہے بہتر ہو جائیگی ماضی میں نہیں ہوئی ہم وہ steps دیکھنا پا تھے ہیں وہ steps پی ایس ڈی پی کی صورت میں ہمیں joint working group کی صورت میں اور employment کے حوالے سے اگر ہمیں سامنے نظر آیا تو انشاء اللہ ہم اس پر آگے کی طرف قدم بھی بڑھائیں گے اور اگر ہمیں نظر نہیں آیا تو ہم اس کیلئے ایک تو اپنی کوشش اپنے لحاظ سے بالکل کریں گے لیکن ہم اپنا point of view بھی رکھیں گے اور وہ point of view بار بار اظہار کی طرف بھی آیا۔ بہت بہت شکریہ۔

(اس مرحلے میں دوبارہ سردار بابر خان موئی خیل، قائم مقام اسپیکر نے اجلاس کی صدارت کی)

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شکریہ جام صاحب! آپ نے اپنا موقف پیش کیا۔ آیا قرارداد نمبر 8 کو منظور کیا جائے؟ قرارداد منظور ہوئی، جی۔

**جنابناہ اللہ بلوج:** جناب اسپیکر! شکریہ میں صرف مختصر الفاظ میں حکومتی اراکین کا، وزیر اعلیٰ صاحب کا، اپوزیشن کے تمام اراکین کا تہہ دل سے مشکور ہوں کہ جو قرارداد ہم نے پیش کی اُسکو انہوں نے تہہ دل سے منظور کر لیا ہے۔ اور اسکے علاوہ جو تین، چار قراردادیں وہ بھی ہم لائے تھے، وہ جو منظور ہوئی ہیں۔ اُن پر بھی کچھ commitments کی تھیں تو ابھی وقت کی کمی ہے میں ان کو ایک دن یاددا ناچاہوں گا کہ drought کے حوالے سے فیصلہ ہوا تھا ڈیلیکیشن کی ایک resolution مشترکہ طور پاس ہوئی، اُس پر پیشرفت ہوئی چاہیے سیندک کے حوالے سے جو کمیٹی بنی تھی اکتوبر میں، یہاں سے بنی، مشترکہ ہاؤس کی کمیٹی ہے اسکی ابھی تک کوئی میٹنگ نہیں ہوئی ہے اس پر حکومت کی جانب سے پیشرفت ہوئی چاہیے باقی ڈراؤٹ کے حوالے سے جو تھا ہمارا این ایف سی کے حوالے سے وہ قرارداد بھی ہم لائے تھے وہ بھی منظور ہوئی یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ ایک ماہ میں چار، پانچ جو بڑی چیزیں ہیں وہ اپوزیشن کی طرف آئیں لیکن حکومت کی طرف سے تھوڑی سی سست رفتار کی خدمت کرنا چاہیے تاکہ مکمل ایجاد کیا جائے اس کے بڑھیں اور ہم اپنے حقوق اسلام آباد سے لینے میں کامیاب ہوں، شکریہ جناب اسپیکر۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شکریہ ثناء اللہ صاحب! آپ نے اپنا موقف پیش کیا۔ قرارداد نمبر 9۔ چونکہ ملک صاحب آج نہیں آئے ہیں تو اس قرارداد کو ملتوی کیا جاتا ہے، 27 دسمبر 2018ء تک۔ جی جناب اصغر خان اچکزیٰ صاحب! آپ اپنی قرارداد نمبر 11 پیش کریں۔

### قرارداد نمبر 11

**جناب اصغر خان اچکزیٰ:** جناب اسپیکر! ہرگاہ کہ حالیہ دنوں وفاقی حکومت کی جانب سے ملک و قوم کو اعتماد میں لیے بغیر سعودی حکومت سے مشروط طور پر ایک بھاری قرضہ لیا گیا ہے، جس سے strategic اور معاشری اثرات ملک بالخصوص بلوچستان پر پڑیں گے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ مشروط طور پر لیئے جانے والے اس بھاری قرضے کی تمام تفصیلات سے نہ صرف اس ایوان کو بلکہ ملک اور قوم کو بھی آگاہ کرے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** جی اس کی admissibility کی وضاحت کریں۔

**جناب اصغر خان اچکزیٰ:** شکریہ جناب اسپیکر۔ یہ یقیناً جس طرح ماضی میں جناب اسپیکر! ہم مختلف ممالک کے ساتھ strategic partners رہے ہیں اور یہاں کافی معاشری معاملوں کے حوالے سے ہم نے معاملہ کئے ہیں۔ اکثر ویژت جو ماضی میں دیکھا گیا ہے یہاں جتنے بھی معاملے ہوئے ہیں، خصوصاً 79 کے بعد یہاں ہم ایک بڑے partner کی حیثیت سے اس خطے کے حوالے سے امریکہ کے partner رہے ہیں۔ اور ہم نے بڑی خوشی متنائی اُس وقت کہ ہم ایک انٹرنیشنل قوت کے ساتھ partner ہو کے ہم اپنے ملک میں معاشری انقلاب برپا کریں گے اس سے اس ملک میں خوشحالی آئیگی اس ملک کی معیشت مستحکم ہو گی لیکن اس وقت بھی ہم نے کہا تھا کہ جو معاملے ہم کرنے جارہے ہیں یا جو ہم کر رہے ہیں اس سے اس وقت کی پارلیمنٹ کو، ساتھی قوم کو اعتماد میں لے کے آگے بڑھنا چاہیے۔ لیکن بدقتی سے یہاں تو اکثر ویژت فصلے مسلط کئے جاتے ہیں اور اُس کو آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو معاملات ہمیں اُس وقت کی حکومتوں نے دیئے ہیں آج اُس کی وراثت میں ہمیں کیا مل رہا ہے تباہی کے سواب برداہی کے سوا اور یہاں تک کہ تخریب کے سوا اور ایک اور بات آج ہمارا وہ strategic partner، آج ہمارا وہ معاشری partner ہم سے حساب مانگ رہا ہے ہم سے کہتا ہے ”کہ آپ نے ہم سے پیسے زیادہ وصول کئے ہیں جبکہ آپ نے ہماری خدمت کم کی ہے۔“ جبکہ ہم اس کو کہتے ہیں کہ نہیں آپ کے ساتھ اتحاد میں رہ کر ہم نے چالیس سے ستر ہزار جانیں گنودیئے ہیں۔ ہماری سر زمین پر خون کی ہولی کھیلی گئی۔ تو کیوں نا اس پر بات کی جائے کہ چونکہ سعودی عرب کا اس خطے میں جو ایک حیثیت ہے اور اس

حیثیت کو وہ جس طریقے سے استعمال کر رہا ہے اور خاص کر اس پورے region میں مذہب کے حوالے سے اور دوسری کافی چیزوں کے حوالے سے اس کے جوازات پڑیں گے۔ تو خداخواستہ کل ہم ایک ایسی جنگ میں اپنے آپ کو پھر دھکلائے نہیں دیں گے کہ پھر ہمارے کھاتے میں تباہی ہو، بربادی ہو، پھر آج ہی کی طرح جو ہم سے حساب مانگا جا رہا ہے، کل وہ بھی ہم سے حساب مانگیں۔ تو اس پر چونکہ اس کے ایران کے ساتھ ایک صورتحال چل رہی ہے اور اس کے اپنے اس region کے حوالے سے ایک مخصوص صورتحال کا ان کو خود ہی سامنا ہے۔ تو یہ جو امداد ہمیں دی جا رہی ہے اسکے بد لے خداخواستہ پھر تو ہمارا خون نہیں لیا جائے گا؟ پھر تو ہماری سرزی میں پر ایک اور جنگ لڑنے کی تیاریاں تو نہیں ہو رہی ہیں؟ آج اس کے ساتھ دنیا میں آپ دیکھیں جو اس وقت صورتحال ہے۔ تو اس صورتحال میں خداخواستہ اگر کل پھر ہم بحیثیت قوم، اور ایک بات میں کہوں جس طرح ہم شروع میں چیختے رہتے تھے کہ یہ جنگ جو اس وقت امریکہ نے ہمارے اوپر مسلط کی ہے، یہ کفر اور اسلام کی جنگ نہیں ہے۔ یہ مفادات کی جنگ ہے ہمیں غلط راہ پر ڈالا گیا۔ جب ہمیں وہ پسیے دیتے رہے ڈال رزدیتے رہے ہم اس پر خوشیاں مناتے رہے۔ ہم یہ سوچتے رہتے تھے کہ اس سے ہم ایٹھم بمانیں گے، اس سے ہم فوج مضبوط کریں گے، اس خطے میں ہماری ایک حیثیت ہو گی۔ آج وہ ساری چیزیں اپنی جگہ موجود تو ہیں لیکن ہماری اندر وہی جو صورتحال ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ اور وہ خود اس پر لکھ رہا ہے۔ آج وہ جنگ کسی اور کے ہاتھوں لگ رہی ہے۔ آج اس جنگ کو روشنیاں own کر رہا ہے، آج اس کی پشت پروہ کھڑا ہے۔ تو جس بنیاد پر اس وقت معاشی صورتحال دنیا پر آتی ہے۔ اسی خطے میں ہمارے ساتھ، ہم سے تعداد کے لحاظ سے ارب کے لگ بھگ، ہندوستان ہمارے سامنے ہے وہ بھی معاملے کرتا ہے ایران بھی کرتا ہے۔ ساتھ ہی دوسرے ممالک بھی معاملے کرتے ہیں۔ لیکن سب سے پہلے وہ اپنے عوام کے، اپنے ملک کے اپنی دھرتی کے مفادات کو منظر رکھ کر پھر معاملے کرتے ہیں۔ یہاں ہمارے ہاں ایک اٹھاطریقہ کا رہے۔ ہم معاملے کرتے ہیں معاشی مفادات تو اپنی جگہ، دور کی بات ہے، ہم individual مفادات کے تحت معاملے کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو بچانے کے مفادات کے معاملے کرتے ہیں۔ ہم اپنی زمینیں ان کو سپرد کرتے ہیں وہ یہاں جو بھی کرنا چاہے کرتے رہتے ہیں اور آخر وہی میں تباہی ملتی ہے۔ تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جناب اپنیکر! کل کی جو جنگ ہمیں نظر آ رہی ہے اسکے مفادات کسی اور کی گود میں چلے جائیں گے۔ جس طرح کل کی جنگ کے ہوئے تھے اور تباہی پھر پاکستان اور بالخصوص بلوچستان پر ہو گی۔ یہاں پھر دنیا کی زور آور توتوں کی جنگ چھڑ جائیگی۔ اور تباہی ہمیں وہی میں ملے گی۔ تو اسی بنیاد پر میں بلوچستان کی اسمبلی کے اس فلور پروفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آخر پچھلوں کو تو چھوڑ کے

آج کے جو ہمیں ڈالر زمل رہے ہیں، تین ارب ہیں، چار ارب ہیں۔ اس کے حقائق سے قوم کو آگاہ کیا جائے۔ ایک تو ہم قرضوں کے تلے دبے جا رہے ہیں اور ساتھ ہی ہمیں بتاہی اور بربادی کی طرف یہ معاهدے لے جا رہے ہوتے ہیں۔ جس طرح ماضی میں ہمیں لے جایا گیا ہے۔ تو اس پر میں ایوان سے اس کی حیثیت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ان معاهدوں سے قوم کو آگاہ ہونا چاہیے کہ کن شرائط پر ہمیں یہ قرض دیئے گئے؟ اور کن شرائط پر ہم ان کو واپس یہ قرض دیں گے؟۔ بڑی مہربانی۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** جی شکریہ، کوئی اور اراکین اسمبلی اس پر بحث کرنا چاہیں گے؟ آیا قرارداد نمبر 11 منظور کی جائے؟ قرارداد منظور ہوئی۔ نواب محمد اسلم خان ریسیمانی آپ اپنی قرارداد نمبر 13 پیش کریں۔

### قرارداد نمبر 13

**نواب محمد اسلم خان ریسیمانی:** ہرگاہ کہ حکومت پاکستان اور China کے مابین سی پیک (CPEC) سے متعلق طے پانے والے معاهدہ کی تفصیلات سے تاحال صوبہ کے عوام حتیٰ کہ اراکین اسمبلی کو بھی آگاہ اور اعتماد میں نہیں لیا گیا ہے، جس کی وجہ سے عوام اور اراکین اسمبلی میں تشویش پائی جاتی ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ سی پیک کے حوالے سے طے پانے والے معاهدے کی تفصیلات کی فراہمی اور اراکین اسمبلی کو اعتماد میں لینے کو یقینی بنائے تاکہ صوبہ کے عوام اور اراکین اسمبلی میں پائی جانیوالی تشویش کا ازالہ ممکن ہو۔ شکریہ جناب اسپیکر۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** جی قرارداد نمبر 13 پیش ہوئی، نواب صاحب! اس کی admissibility کی وضاحت فرمائیں۔

**نواب محمد اسلم خان ریسیمانی:** جناب اسپیکر! اگر آپ کاروباری دنیا کو دیکھیں، چاہے وہ بڑا کاروبار ہے یا چھوٹا یا اگر کوئی دکان والا کوئی ایک بوری گز خریدتا ہے لیکن یعنی جو اس کے شرکاء ہیں، کم از کم، یعنی ان کو تو وہ ضرور اطلاع دے گا ”کہ یہ پنجاب کا گڑ ہے یا یہ سندھ کا گڑ ہے یا یہ اچھا گڑ ہے یا کا لا گڑ ہے“۔ جو بھی ہے۔ لیکن یہ جو سی پیک ہے یہ آج تک ہمارے بلوچستان کے لئے تو سی پیک نہیں بلکہ seal-pack ہے۔ کیونکہ ہمیں آج تک سی پیک جو بھی معاهدے ہوئے ہیں، گورنمنٹ کو چاہیے کہ کم از کم وہ اس ایوان کے سامنے پیش کرے۔ اور اس قرارداد کے حوالے سے یہ بھی کہوں گا کہ سی پیک کے ساتھ جو بھی معاهدے ہوئے ہوں، وہ اس ہاؤس کی property بننے چاہیئں تاکہ اراکین اسمبلی اور بلوچستان کے عوام دیکھ سکیں کہ ہماری قسمت کا سودا کس نے کیا ہے اور کہاں کیا ہے اور کس چائیز کے ساتھ کیا ہے کس آجوج ماجوج کے ساتھ کیا ہے جناب اسپیکر!؟

جناب اسپیکر! یہ قرارداد اور معزز کرن اصغر اچھنی کی قرارداد یہ تقریباً ایک ہی قسم کی قراردادیں ہیں۔ اور یہ تو وفاقی حکومت ہے۔ اور جو loan لینے والا ادارہ ہے پاکستانی ان کو بھی چاہیے کہ وہ یعنی جو بھی loan لے گا، چاہے وہ loan کا defence ہو، چاہے وہ loan کا social sector ہو یا کوئی اور development loan ہو کم از کم ہمیں تو پتہ چلے کہ وہ کس لئے loan لے رہے ہیں؟ سی پیک کا جو western-route ہے، اس میں کیا ترقیتی کام کیا ہے مجھے ایک معزز کرن نے بتایا کہ سی پیک کے لئے جو بلوچستان میں جو ہمارے حصے میں جو آیا ہے جو شید مبارکبادی کے ہم مستحق ہوں یا نہ ہوں۔ ایک پرانگری اسکول بنائے سی پیک کے پیسوں سے۔ اب آپ اندازہ لگاسکتے ہیں کہ کتنے عرصے سے یہ سی پیک کی بڑی اخبارات میں سپلائی میں سی پیک کے پیسوں سے۔ اب آپ اندازہ لگاسکتے ہیں لیکن ہمیں صرف ایک پرانگری اسکول دیا ہوا ہے جناب اسپیکر! اسمبلی میں نہ ہم شکایت کرنے آتے ہیں نہ ہم رونے دھونے کے لئے آتے ہیں۔ لیکن ہم اس مسئلے پر چاہے ہمارے پشتوں بھائی ہیں، چاہے ہمارے بلوج بھائی ہیں، چاہے ہمارے ہزارہ بھائی ہیں، چاہے ہماری دوسری minority سے ہمارے بھائی ہم سب بیک آواز ہم فیڈرل گورنمنٹ کو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بلوچستان کی سر زمین چاہے ہمارے پشتوں بھائیوں کا علاقہ ہو یا بلوج بھائیوں کا علاقہ ہو جو بھی آپ معاملہ کیا ہے، وہ کم از کم ہمارے سامنے پیش ہوتا کہ ہم اس کو بیکھیں اور جہاں بھی ہمیں اعتراض ہو اور ہم اعتراض وفاقی حکومت تک ہم پہنچائیں۔ آپ کا بہت شکریہ اور جناب اسپیکر زمرک خان بھی مسکرا رہے ہیں، شاید زمرک خان نے بھی کچھ کہنا ہے۔ کیونکہ قلعہ عبداللہ کی ریلوے لائن تو وہیں سے جائیگی ناں، بہت شکریہ جناب قائم مقام اسپیکر: شکریہ آپ کا۔ جی زمرک صاحب۔

**انجینئر زمرک خان اچھنی (وزیر حکمران رعالت و کاؤنسل یوز):** جناب اسپیکر! نواب صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے، اس لیے میں نے کہا کہ میں تی پیک کے حوالے سے کچھ کہہ دوں کیونکہ میرے خیال سے تی پیک کے حوالے سے ایک اور قرارداد جو شناہ صاحب نے پیش کی تھی تفصیلی اس پر بات کی۔ نواب صاحب کے ساتھ ہم نے پانچ سال گزارے ہیں اور ایک بہت اچھا وقت گزارا۔ اور ایک حقیقت میں آپ سے کہہ دوں کہ اس وقت جب بلوچستان 2008ء میں جب نواب صاحب چیف منسٹر بنے تو اس وقت ہمارے پاس تنخوا کے پیسے بھی نہیں ہوتے تھے اور یہ ہمیں یاد ہے کہ جب ہم بلوچستان سے اسلام آباد جاتے تھے تنخوا ہوں کے لیے، تو ہم ان کے ساتھ ہوتے تھے، ہم request کرتے تھے کہ تنخوا ہیں میں اور یہاں ہماری جو پسمندگی تھی ان کو دور کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ پھر جب 10-2009ء میں جب NFC آیا تو یہ بھی نواب صاحب کے دور میں ہی

آیا۔ اور اس وقت جو ہماری پختونخوا میں گورنمنٹ تھی یا جب پیپلز پارٹی کی گورنمنٹ تھی، تو اس وقت سے یہ سارا سلسلہ، ابھی اربوں روپے جب آرہے ہیں تو یہ تو وہی سی پیک اٹھا رہوں تھے ایسے ترمیم کے تحت یا جو ہمارا جو این ایف سی ایوارڈ وہاں پر ہوا۔ اس کے بعد این ایف سی ایوارڈ ہوا بھی نہیں ہے نہ اس پر ابھی تک مشاورت ہوئی ہے۔ ابھی پھر جب ہم خسارے میں جا رہے ہیں یہ وہی مسئلہ ہے کہ ابھی تک کچھ بھی نہیں ہوا ہے۔ یہ اس وقت سے میں نواب صاحب کے لیے اسی لیئے ابھی اٹھا کر انہوں نے وہاں اس وقت ہم نے ریکوڈ کیں میں بھی بہت بڑی جنگ کی۔ نواب صاحب نے کہ ریکوڈ کی جب یہاں سے لے جانے کی کوشش کی گئی۔ میں حقیقت میں کہہ رہا ہوں کہ یہ بلوجستان کے حقوق کی بات ہے۔ جب حقوق کی بات کرتے ہیں تو ہمیں پھر غدار کہا جاتا ہے لیکن جب ہم دوسرے لوگ وہاں آ کر ان لوگوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں ناشتے کرتے ہیں وہ محبت وطن ہوتے ہیں اسی لیے ہم بلوجستان کے حقوق کی بات جب کرتے تھے تو لوگ کہتے تھے ”کہ یہ غدار ہیں“۔ ریکوڈ کی پریہاں تک کہ نواب صاحب کی حکومت کے لیے اتنی کوشش کی گئی اس وقت کے جو وہاں کے فیڈرل میں بیٹھے ہوئے وہاں کے اس وقت کے پرائم منسٹر اس وقت کے president کے نواب اسلام صاحب سے کہتے تھے۔ ”کہ آپ نے اس معاهدے پر دستخط کرنا ہے“۔ کیونکہ کچھ کوڑیوں کے دام، جب ہم کمیشن لیتے ہیں اور بلوجستان کے حقوق کے سودا کرتے ہیں۔ تو اس لیے ہم پسمندگی میں چلے جاتے ہیں۔ اس میں ہماری کچھ خامیاں، ہماری گورنمنٹ میں ہمارے بیٹھے ہوئے یہاں کے چیف منسٹروں کا بھی حق بتا ہے کہ جب اس وقت ریکوڈ کو بچایا گیا یہ بھی انکے credit میں جاتا ہے۔ میں صاف بات کرتا ہوں یہ سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ میرے خیال سے پہلے احسان شاہ صاحب ہمارے ساتھ تھے۔ یہ سارے ہمارے جتنے یہاں کچھ ہمارے ممبرز ہیں جو اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے، ریکارڈ پر موجود ہے کہ جب ریکوڈ کی پریہاں بلوجستان کو ابھی تک جو بچایا گیا ہے یہ ان کی طرف سے ہیں۔ اور جو بھی این ایف سی ایوارڈ جب یہ فنڈ آج ہم اتنے کارنامہ ہے۔ یہ اس وقت سے ہمیں مل رہا ہے۔ لیکن آج جب ریکوڈ کی ہے، جب ہمارے اس طرح کے معاهدے جو ہورہے ہیں، چاہے وہ سینڈک پر ہو رہے ہیں، چاہے وہ ریکوڈ کی پر ہو رہے ہیں، چاہے وہ گوادر پر ہو رہے ہیں، چاہے وہ سی پیک پر ہو رہے ہیں۔ تو آپ نے دیکھا کہ کچھلی گورنمنٹ میں ہم نے کہا تھا کہ احسن اقبال صاحب آئے تھے میں اپوزیشن کی طرف سے ڈپلی اپوزیشن لیڈر تھا۔ مولانا عبدالواسع صاحب ہمارے اپوزیشن لیڈر ہوتے تھے یہاں Chief Minister House میں بیٹھیں۔ میں نے احسن اقبال

صاحب سے کہا کہ آپ نے جو بخارا میں جو projects آپ نے شروع کیئے ہیں، یہ کہاں سے آپ نے کیا ہے؟ کہا کہ جی یہ فیڈرل پی ایس ڈی پی ہے۔ میں نے عبدالحکیم سے کہا کہ لاہور تک یا فیصل آباد تک جب آپ موڑوے بنار ہے ہیں، کیا یہ China کے سی پیک کا حصہ نہیں ہے؟ تو جب ہم نے یہ کہا کہتا ہے ”کہ ہاں ہے“۔ پھر جب میں نے کہا ”کہ ملتان سے سکھر تک اور سکھر سے حیدر آباد تک، حیدر آباد سے کراچی تک یہ کونسا رُوٹ ہے جو آپ لوگ بنار ہے ہیں یہ جو eastern route آپ بناتے ہیں“۔ تو سب سے پہلے تو یہاں فیصلہ یہ ہوا تھا کہ APC ہوئی تھی تو ہمارا اس فنڈ یا روپی خان کو پہلے اس نے دیا کہ سب سے پہلے میں آپ کو inform کروں گا کہ جب western route شروع ہوگا۔ تو کہاں گیا کچھ بھی نہیں ہوا؟ سب سے پہلے تو ہم نے آواز اٹھائی۔ یہ نواب صاحب تھے کہ جب تک انہی معابدوں پر ہمارا ان کے ساتھ clash آیاں کی گورنمنٹ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ ہم ان کے ساتھ کھڑے تھے، نہیں ہوا۔ تو گورنر راج کس چیز پر لگا؟ وہ تو ٹھیک ہے ایک ظلم ہوا تھا ہم کہتے ہیں کہ دہشت گردی کے شکار جو بھی لوگ ہوتے ہیں ہم نہ مت کرتے ہیں ہماری پارٹی کی یہی پالیسی ہے۔ ہم امن چاہتے ہیں ہم خدا کی خدمتگار ہیں اور اسی بنیاد پر جب اس وقت ہوا۔ لیکن ایک بہانہ ڈھونڈا گیا نواب صاحب کی گورنمنٹ کو گورنر راج میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ بھی یہی وجہ تھی کہ اس وقت ہم بلوچستان کے حقوق کی بات کرتے تھے، اور ہم یہ چاہتے تھے کہ بلوچستان کو ایک ایسا تحفظ دیا جائے جو ایک پاکستان کو تو چھوڑ دو میں تو کہتا ہوں کہ ایشیاء میں بلوچستان ایک امیر ترین صوبہ ہے، اس لحاظ سے کہ یہاں قدرتی خزانے دنیا کی ہر چیز بیہاں پر ہے۔ سونا، کاپر، گیس، کوئلہ اور سمندر، آپ کے پاس ہزار کلو میٹر سمندر ہے۔ تو کدھر گئی ہماری یہ جو پسمندگی ہے آج تک کہ اس کو بھگت رہے ہیں۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ انشاء اللہ اس گورنمنٹ میں ہم نے یہ فیصلے کیے ہیں جام صاحب جب ہمارے چیف منستر بنے ہمیں یہ یقین ہے کہ اس نے جا کر جتنی بھی میٹنگیں کیں ہمیں انہوں نے cabinet کو اعتماد میں لیتے ہوئے وہاں تک گئے ہیں۔ یہی جو معابدے ہوئے ہیں، جام صاحب نے کہا ہے فیڈرل حکومت سے ”کہ ہمیں اس سے آگاہ کریں“۔ اور یہ ہمیں یقین ہے کہ وہ حقوق لائیں گے۔ اور ہم ان کے ساتھ مل کر بلوچستان کے جتنے بھی معابدے ہوں گے، آج ہم نے cabinet کا جوا جلاس چلایا 11 سے 12 گھنٹے ہمارا جو last cabinet جلاس ہوا، ہمیں ہمارا یہ مشترکہ فیصلہ ہوا، ہماری cabinet کے سارے نمبرز بیٹھے ہوئے تھے، جام صاحب نے کہا ”کہ میں جا کر سی پیک پر بات کروں گا چاہے ریکوڈ ک ہے چاہے سینڈک ہے کسی چیز پر میں compromise نہیں کروں گا بلوچستان

کے جو بھی حقوق ہیں، تو ہمیں یقین ہے کہ اسی طرح جو اس حکومت میں ہوا تھا، اس حکومت میں بھی جتنے معاملے ہوتے ہیں جتنے بھی یہاں فیصلے ہوں گے چاہے وہ بلوچستان حکومت کے عوام کے لیے ہوں، چاہے وہ بلوچستان کی حکومت کے لیے ہوں، چاہے یہاں پسمندگی ختم کرنے کے لیے ہوں، چاہے ہمارا western route ہو چاہے جو بھی ہو، چاہے projects ہوں، چاہے وہ انرجی projects ہوں، چاہے انڈسٹریز stand ہوں، ہمیں یقین ہے کہ ہمارے چیف منسٹر جام صاحب اس پر projects لیں گے اور ہم انکے ساتھ ہیں اور آپ کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ انشاء اللہ یہ حکومت بلوچستان کے حقوق کی پسمندگی کی بات کریں گے۔ اور یہاں حقوق لا سکیں گے۔ چاہے وہ education کے حوالے سے ہو چاہے health کے حوالے سے ہو میں نواب صاحب کو یہ یقین دلاتا ہوں جام صاحب کے توسط سے کہ انشاء اللہ جتنے بھی فیصلے ہوں گے چاہے وہ سعودیہ کے ساتھ ہے جس طرح اصغر صاحب نے کہا چاہے وہ سی پیک کے حوالے سے ہیں ہم انشاء اللہ ہمیں تین چار ماہ ہوئے ہیں پانچ سال بقا یہ ہیں اگر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں زندگی دی اور اس حکومت کو چلانے کے لیے ہم یہی موقع اپوزیشن سے بھی رکھتے ہیں کہ وہ تقید برائے تعمیر کریں اور وہ چیزیں بتائیں کہ بلوچستان کے حقوق کے لیے ہم ہیں گے چاہے یہاں پشتو نوں کے حقوق ہوں چاہے بلوچوں کے حقوق ہوں چاہے ہزارے ہوں، سیٹلر ہوں، یہ کبھی بھی compromise نہیں کریں گے کوئی بھی ایسا ممبر یہاں نہیں ہے کہ وہ بلوچستان کے حقوق پر compromise کریں تو انشاء اللہ یقین سے ہم یہ کہتے ہیں کہ بلوچستان کے حقوق لانے کی کوشش کریں گے اور مل جل کر اس بلوچستان کو پسمندگی سے نکالنے کی ہم کوشش کریں گے۔ شکریہ جناب قائم مقام اسپیکر: جی شکریہ زمرک خان۔ آیا قرارداد نمبر 13 کو منظور کیا جائے؟ جی آپ بات کریں۔

**سید احسان شاہ:** شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ نواب اسلم خان رئیسانی صاحب کی قرارداد بہت ہی اہمیت کی حامل ہے لیکن میں حسب روایات جو اس سے قبل قراردادوں کا منطقی انجام رہا ہے۔ پچھلی قراردادوں کے منطقی انجام کی وجہ سے میں یہ کہوں گا کہ اس پر بھی کوئی عملدرآمد نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کرے کہ ہو۔ اس سے قبل جو میں نے پچھلی اپنی قرارداد میں جب میں اپنی گزارشات کر رہا تھا۔ وہاں میں نے اسی سے متعلق گزارشات کر رہا تھا وہاں میں نے اسی سے متعلق گزارشات کیں۔ کہ احسن اقبال صاحب نے سینٹ کے فلور پر اس قرارداد کا جو متن ہے اسکو لانے سے انکار کیا پھر انہوں نے کہا کہاگر کسی نے یہ agreement دیکھا ہے تو میرے office آ جائے جب ان کے office گئے تو انہوں نے کہا کہ یہ دور یا مستوں کے مابین معاملہ ہے ہم نہیں دکھاتے۔ تو میرا خیال نہیں کہ اس پر عملدرآمد ہو۔ لیکن جناب والا! زمرک خان صاحب جو پچھلی حکومت میں ہم اکھٹے تھے

نواب اسلام خان رئیسانی صاحب کی سربراہی میں۔ وہ بات یہ نہیں تھی کہ بلوچستان میں گورنر راج، وہ ہماری ہزارہ برادری کے حادثے کی وجہ سے لگا بلکہ وہ تو ایک planning کے تحت انہوں نے گورنر راج لگانا ہی تھا۔ اُس سے قبل پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین اور اُس وقت صدر پاکستان یو شو ش کر چکے تھے ”کہ نواب اسلام خان رئیسانی کو چیف منستر کے منصب سے ہٹایا جائے“۔ اُس کے لیے ہمارے پارٹی کو، جمیعت علمائے اسلام کو اور اے این پی سے رابطہ کیا گیا باقاعدہ کہ نواب اسلام خان کو ہٹالیتے ہیں ان کی جگہ پر ایک نیا وزیر اعلیٰ لے آتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہم ان کے اتحادی تھے ہم نے کہا ”کہ نہیں ہو گا یہ یا تو نواب اسلام خان چیف منستر ہیں گے یا وہ اگر اپوزیشن میں جائیں گے تو ہماری پارٹی اے این پی اور جمیعت علمائے اسلام نے کہا کہ ہم بھی اُسکے ساتھ ہیں، پھر اپوزیشن میں بیٹھیں گے آپ اپنی حکومت بناؤ کر دکھادیں“۔ تو وہ اُس کو نہیں ہٹا سکے تھے۔ اس کا منطقی انجام یہی تھا کہ بلوچستان میں گورنر راج لگا۔ گورنر راج کے دوران تو اُسی برادری کے ساتھ یا بلوچستان میں حادثہ کے حوالے سے اُس سے بڑا حادثہ ہو گیا۔ اُس سے زیادہ لوگ شہید ہو گئے۔ لیکن اُس وقت تو کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ تو یہ وہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گورنر راج لگا تھا۔ بہر حال میں اپنی گزارشات میں نواب اسلام خان صاحب کی اس قرارداد کی بھرپور حمایت کرتا ہوں اور قائد ایوان سے request کرتا ہوں کہ وہ مہربانی فرم اکر فیڈرل گورنمنٹ کو force agreement کریں کہ جو کہ انہوں نے کیا ہے وہ بلوچستان اسمبلی کے فور پر لایا جائے۔ بلوچستان اسمبلی کے تمام ممبران اور ان کے توسط سے بلوچستان کے عوام کو اعتماد میں لیا جائے، شکریہ۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** آیا قرارداد نمبر 13 کو منظور کیا جائے؟۔ قرارداد نمبر 13 منظور ہوئی۔

**جناب نصراللہ خان زیرے:** جناب! میں point of order پر کچھ بولنا چاہتا ہوں۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** نہیں یہ آخری قرارداد کے بعد پھر آپ لوگوں کو۔ یہ کارروائی آگے لے جاتے ہیں۔

**جناب نصراللہ خان زیرے:** جناب اسپیکر! ایسا ہے کہ ہم نے ایک توجہ دلاؤ نوٹس پر 25 ستمبر 2018ء کو ہزار گنجی میں ایک واقعہ ہوا تھا۔ تو اُس وقت دونوں مনسٹرز وزیر زراعت صاحب اور وزیر داخلہ صاحب نے commit کیا تھا ”کہ اُس حوالے سے ایک کمیٹی بنائی جائے گی اور اُس مسئلے کا حل نکالا جائیگا“۔ آج 3 ماہ ہو گئے، کل بھی ہزار گنجی میں اُن کا آپس میں جھگڑا ہوا تھا جو ہڑتال پر بیٹھے ہوئے ہیں، دیگر لوگ ہیں۔ تو میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ لوگ کمیٹی فعال کریں، دونوں فریقین کو بدلیں اور اس مسئلے کا حل نکال لیں۔

**میر سعیم احمد کھوسہ (وزیر حکومتہ داخلہ و قائمی امور):** جناب اسپیکر! منستر صاحب کافی نائم اسلام آباد میں تھے، اُن

کا کورٹ میں مسئلہ چل رہا تھا۔ تو اس وجہ سے اُس کی میٹنگ نہیں ہو سکی۔ ابھی اس کی میٹنگ جلدی کریں گے انشاء اللہ۔ زیرے صاحب ابتدایں گے۔

**وزیر محکمہ زراعت و کوآپریٹوں:** جناب اپنیکر صاحب! یہ ہمارے جو زمیندار تھے، حاجی نصیر احمد شاہواني صاحب، رکن اسمبلی کی قیادت میں اور باقی جو ہمارے ہزار گنجی کے جتنے بھی تھے چاہے ماشہ خور تھے چاہے زمیندار تھے چاہے کمیشن ایجنٹس تھے۔ اس حوالے سے مسئلہ مسائل پیدا ہوئے۔ پھر انہوں نے جام صاحب سے ملاقات کی۔ پھر جام صاحب نے میری سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی۔ اور یہی بات ہے کہ جس طرح سلمیم صاحب کہہ رہے ہیں کہ میں تقریباً دو ماہ تک اسلام آباد میں تھا جہاں میرے cases چل رہے تھے ابھی وہ مسئلہ حل ہو گیا تو حاجی نصیر احمد شاہواني صاحب جو ہمارے زمیندار ایکشن کمیٹی کے چیئرمین بھی ہیں اور ہمارے جزل سیکرٹری ہیں، عبدالرحمٰن بازیٰ صاحب حاجی جمال کا کڑ صاحب سب سے میں رابطے میں تھا میں نے کہا کہ میٹنگ بلا تے ہیں اور اس حوالے سے agriculture کے جتنے بھی مسئلے ہیں چاہے وہ مارکیٹ سے ہوں چاہے وہ ہماری یہاں drought issues ہیں جو وہاں دو تین ہماری این جی او ز تھیں ان کے ساتھ ہم نے میٹنگ کی اور PSDP کے ساتھ federal secretary ہیں ہاشم پوپڑی صاحب ان سے ہماری ایک میٹنگ ہوئی تھی کہ بلوچستان کے issues کے حوالے سے جو کہ agriculture کا ہے جو کہ federal issues ہیں ہمارے PSDP کے حوالے سے جتنے بھی ہیں کہ یہاں سے ایک کمیٹی جائیگی اور یہاں زمیندار ہمارے ساتھ جتنے بھی ہیں وہ بھی جائیں گے اور ہم مل کر اس مسئلے کا حل نکالیں گے اور بلوچستان کے حوالے سے زراعت کے جتنے بھی pending issues ہیں چاہے وہ PSDP میں انہوں نے ہمارے ساتھ کچھلی گورنمنٹ سے کچھ زیادتیاں ہوئیں اور ہمارے فنڈز کو seize کیا گیا اور ہمارے funds shift کئی اور ہمارے person کا focal person ہے جہاں کیترین ہیں، انہوں نے بھی ایک حوالے سے بھی سیکرٹری صاحب نے کہا اور ان کی available جو پختونخوا یاسنده میں ہوا ہے اس کے call meeting کی تھی لیکن اس وقت ہمارے زمیندار بھائی available نہیں تھے اور میں خود بھی نہیں تھا تو اس حوالے سے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ جو بھی مسائل ہوں گے agriculture کے حوالے سے ہم سب مل کر ان کے ساتھ اور یہاں بھی مارکیٹ کا بھی جو جھلکرا ہوا ہے یہ بھی حل کریں گے اور آگے جو بھی issues آ رہے ہیں ان کو بھی حل کرنے کی کوشش کریں گے۔ شکریہ۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شکریہ جی ملک نصیر احمد شاہوںی صاحب۔

**ملک نصیر احمد شاہوںی:** جناب اسپیکر! اس قرارداد کے محکم حاجی احمد نواز صاحب ہیں، وہ خود نہیں ہیں۔ تو اس لیے میں کہتا ہوں کہ اس سے پہلے وہ پونٹ آف آرڈر اور اس وقت میں نے جو ایک پونٹ آف آرڈر اٹھایا تھا اس وقت وزیر اعلیٰ صاحب موجود نہیں تھے آج اس ایوان میں موجود ہیں اور یہ پونٹ آف آرڈر کیوڑی اے کی جو گورنگ بادی بنائی گئی ہے اس سے متعلق تھا تو آج دوبارہ میں وزیر اعلیٰ صاحب کو یہ گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کیونکہ کیوڑی اے کا میں نے اس دن بھی کہا کہ اس کے لیے جو گورنگ بادی بنائی گئی ہے اس میں 20 ممبران ہیں۔ حکومت سے تعلق رکھنے والے چار صوبائی اسمبلی کے ممبران اس میں ہیں اور اس کے ساتھ ہی ایسے ممبر بھی شامل کیے گئے جو غیر قانونی ہیں اور وہ اس اسمبلی کے ممبر نہیں ہیں جن کو پہلے معاون خصوصی لیا گیا تھا۔ ابھی یہ ہے کہ اس ایوان کے اندر بلوچستان نیشنل پارٹی کے میرے خیال میں تین صوبائی اسمبلی کے ممبران جن کا تعلق کوئی نہ سے ہے پستونخواہی عوامی پارٹی کے نصر اللہ خان ملک سکندر ایڈ ووکیٹ۔ تو اپوزیشن سے کسی ممبر کو نہیں لیا گیا ہے اس کے بعد اس ان ممبران صوبائی اسمبلی کو تو شامل کیا گیا ہمیں ان پر اعتراض نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی تو دو ممبران جو معاون خصوصی بھی ہیں ان کو شامل کیا گیا۔ تو ہم چاہتے ہیں کہ چونکہ کوئی میں بسنے والی تمام اقوام اس میں بستی ہیں۔ اور اس میں نہ صرف اپوزیشن کی بات ہے یا حزب اختلاف کی بات ہے بلکہ یہ کوئی کو اس میں 23 لاکھ کی بہت بڑی آبادی کوئی نہیں میں بستی ہے اس کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد غیر ملکیوں کی بھی ہے اس کوئی میں، صرف حکومتی ارکان کو شامل کرنا اور اس گورنگ بادی کو چلانا میرے خیال میں یہ ناصافی ہیں ابھی اس پر مزید بحث میں نہیں کرنی ہے بہر حال وزیر اعلیٰ صاحب کو سوچنا چاہیے آج چونکہ اس منظری کا وہ خود وزیر بھی ہیں تو ہم چاہتے ہیں کہ اگر کوئی آپ شاد و آباد اور اچھی planning کے ساتھ کوئی اچھا سا کوئی نہیں بانا چاہتے ہیں تو اس میں ہم سب کو شامل کیا جائے۔ ہم بھی کوئی کی بہتری کے لیے کام کریں گے۔ ہم بھی عوامی نمائندے ہیں۔ بس میری اتنی سی request ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شکریہ ملک صاحب۔

**جناب نصر اللہ خان زیری:** میری وزیر اعلیٰ صاحب سے یہی request ہے کہ کم از کم ہر پارٹی کی گورنگ بادی میں ایک نمائندہ ہونا چاہیے۔

**جناب محمد بنین خان خلجمی:** یہ شہر کے اندر صفائی کیلئے میونسپلی نے رکھے ہوئے ہیں۔ اور ہر کونسلر کو جو کوئی میٹی کے اندر کونسلر ہے۔ انکو جو انکے اتحادی ہیں، انکو بینیتیں بندے کسی کو بیس بندے کسی کوچھیں بندے۔ مگر آپ

جا کر شہر کی حالت دیکھیں۔ ہمیں شرم آتی ہے کہ اس کوئٹہ شہر میں ہم گھوم رہے ہیں روڈوں پر پانی کھڑا ہے مختلف جگہوں پر مسائل ہیں صفائی نہیں ہو رہی ہے۔ آپکی جو سٹ کے باقاعدہ طور پر اسمبلی میں آنی چاہیے۔ اور پتہ لگنا چاہیے کہ کوئٹہ سٹ کے میر نے کتنے بندے ہر کو نسل کو دیجئے ہوئے ہیں؟ اور دوسرا بات کہ کوئلروں کی ایک بلڈنگ کمیٹی ہے۔ جس میں نقشے پاس ہوتے ہیں آپ اس سٹ کے اندر آپ جا کر دیکھیں اس ٹائم کوئٹہ شہر میں کوئی اسی نوے ہاسپٹل بن چکے ہیں۔ آپ آس پاس دیکھیں جناح روڈ بازار کے area میں۔ اُس دن میں پرانے روڈ پر گیا کوئی تین منزلہ ہسپتال بنتا ہے اُس کا نقشہ میونسپلی سے پاس ہوا ہے اُسکی پارکنگ کدھر ہے؟ وہ ایک نہیں دو ہاسپٹل ابھی بن رہے ہیں تین فلور اسکے complete ہو چکے ہیں۔ اچھا پرانے روڈ کے پراب مریض کیسے آئیگا؟ پھر اسکے بعد ادھر جو اور لوگ آئیں گے۔ اتنے ہزاروں کے حساب سے لوگ آئیں گے اُسکی پارکنگ کدھر ہے؟ پورے شہر میں میرے خیال سے جناح روڈ آپ دیکھیں۔ سائنس کالج کے پاس آپ ہاسپٹل دیکھیں جناح روڈ پر ہاسپٹل دیکھیں۔ جام صاحب بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے کمیٹی بنائی ہے پرائیویٹ ہاسپٹل کے حوالے سے تاکہ انکو چیک کیا جائے۔ پورے شہر میں۔ اور بلوچستان جگہ ہی نہیں ہے کہ شہر کے اندر بنار ہے ہیں۔ اب پورے بلوچستان سے لوگ بیہاں علاج کیلئے آتے ہیں ان کی پارکنگ نہیں ہیں۔ ہمارے لیئے مسائل روز بروز پیدا ہو رہے ہیں۔ آپ کے گودام کوئٹہ شہر کے اندر ہے کورٹ کا آڑو رہے انکو شہر سے باہر نکلا جائے تاکہ شہر کے اندر کچھ لوڈ کم ہو۔ اور اسکے علاوہ عبدالستار روڈ کے اندر ہمارا پارکنگ پلازو ہے میونسپلی نے کوئی آٹھ official پارکنگ دی ہوئی ہیں۔ آپ جا کر شہر کے اندر دیکھیں کہ مختلف جگہوں پر ہر ایک کا دل چاہتا ہے۔ پارکنگ بنائی ہوئی ہیں جنکی وجہ سے شہر میں جو لوگ تکلیف میں ہیں آپ وہ تو چھوڑیں۔ عبدالستار روڈ پر آپ جا کر دیکھیں یار میں عبدالستار روڈ کو قبضہ کیا ہوا ہے اس کونے سے اُس کو نہ تک۔ بیچ میں موڑ سائیکلیں کھڑی کی ہوئی ہیں۔ جب ہم نے میر سے میٹنگ کی ہمارے وزیر داخلہ صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھاں سے ہم نے پوچھا کہ بھائی یہ کس کے پاس ہے؟ انہوں نے کہا جی یہ پولیس نے دیے ہیں۔ جب پولیس سے پوچھتے ہیں وہ بولتے ہیں جی میونسپلی نے دیے ہیں۔ جو سٹ ہمیں ملی ہے یہ میونسپلی کے ریکارڈ میں بھی نہیں ہے۔ تو آپ مجھے بتائیں کہ اس طرح شہر کا نظام کیسے چیخ ہو گا؟ ایک بلڈنگ کمیٹی ہے جو بھی ہے اُس کے اندر ممبر ہیں اُس میں میر نہیں ہے مگر اور ممبران ہیں۔ ان سے پوچھا جائے کہ کس طرح آپ نقشے پاس کرتے ہیں۔ اچھا جب نقشے پاس کر لیتے ہیں پھر اس کے بعد ایک آتا ہے کہ آپ صحیح نہیں بنار ہے ہیں آپ یہ ٹھیک نہیں کر رہے ہیں۔ پھر انکی حیثیں گرم ہو جاتی ہے پھر خیر خیریت ہو جاتی ہے۔ مگر وہ جو شہر کے اندر لوگ ہیں۔ ہاسپٹل

بن رہے ہیں تو لوگ پورے بلوچستان سے آرہے ہیں ان کیلئے پارکنگ پلازے کی کوئی پلانگ کوئی سٹیشن نہیں ہے۔ کوئی شہری بالکل میرے خیال سے ڈنی مریض ہو گئے ہیں کہ اتنا ٹرینیک کارش ہے۔ اتنے حالات خراب ہیں۔ تو میں CM صاحب سے بھی request کروں گا۔ اور مزید یہ کہ اس حوالے سے منشی صاحب تو نہیں ہیں مگر آپ اسکو serious issue لیں۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شکریہ مبین خان آپ نے کوئی شہری کے حوالے سے اپنا موقف پیش کیا۔ (مداخلت۔ آوازیں)۔ میں نے قرارداد پر، دو منٹ آپ تشریف رکھیں۔ میں اس کو ڈیفیر کرتا ہوں۔ پھر زیر و آور میں آپ پیش بات کر لیں۔ قرارداد نمبر 18 چونکہ محرک موجود نہیں ہے اسکو 27 دسمبر 2018ء تک ملتوي کیا جاتا ہے۔ (مداخلت۔ آوازیں) مورخہ 18 دسمبر 2018ء کی اسٹبلی نشست میں باضابطہ شدہ تحریک التوانبر 1 پر بحث۔ جی زیرے صاحب۔

**جناب نصراللہ خان زیرے:** Thank you جناب اسپیکر صاحب! تحریک التوانبری جانب سے پیش کی گئی تھی اور آج جو اس پر بحث ہو گئی اس کا تعلق بنیادی طوراً ممن و امان سے ہے۔ اور بنیادی نقطہ یہ ہے کہ دسمبر کی 13 تاریخ کوئی شہری سے ہمارے ایک بہت ہی بڑے ڈاکٹر شیخ ابراہیم خلیل صاحب۔ جنکو جناح ٹاؤن سے انغو کیا گیا ہے۔ آج تقریباً اکیس دسمبر ہے۔ کوئی دس دن سے زیادہ کا عرصہ ہوا ہے کہ انکا بھی تک کوئی آتھ پتہ نہیں ہے۔ جناب اسپیکر صاحب!! over-all guzzi شدہ ایک سال کی آپ صوبے میں۔ جب سے اُس وقت کی حکومت ختم ہو گئی اور بعد میں ایک دوسری حکومت آئی پھر گمراں حکومت۔ اور پھر اسکے بعد موجودہ حکومت کا۔ جب انتخابات ہوئے اُس حوالے سے اگر آپ اعداد و شمار پر نظر رکھیں۔ کم از کم ان مہینوں میں کوئی چار سو اٹھائیں کے قریب قتل کے واقعات ہوئے ہیں۔ اور اس طرح 237 کوئی قاتلانہ حملہ ہوئے ہیں۔ 194 انغو کے کیسز اور 78 ڈکیتی کے کیسز ہوئے ہیں اور اسی طرح گاڑیوں کی 136 واقعات ہوئے اور snatching کے 582 کے قریب واقعات ہوئے ہیں over-all 2366 کوئی واقعات ہوئے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب!

یقیناً اگر آپ گزشتہ دو تین ماہ کے آپ واقعات دیکھ لیں چن میں کم از کم تین، چار، اس قسم کے بڑے واقعات ہوئے ہیں وہاں بم بلاسٹ ہوا کم و بیش سات آدمی وہاں شہید ہو گئے ہیں۔ قدیم جامع مسجد میں بم بلاسٹ ہوا سکے پیش امام حافظ مطیع اللہ صاحب اُس میں زخمی ہو گئے۔ اس طرح کل پرسوں ہی دو واقعات ہوئے ہیں حاجی باول خان پر بم بلاسٹ ہوا وہ بندے میں شاہراہ سے انغو کیتے گئے۔ اس سے پہلے ڈاکٹر محمود کے انغو کا واقعہ ہوا۔ جناب اسپیکر! اگر آپ 2008ء سے پہلے جو حکومت تھی یہاں اُس وقت کے وزیر اعلیٰ صاحب گئے

تھے چمن، شیلہ باغ میں کوئی بریفنگ جاری تھی اُس بریفنگ میں انہیں بتایا گیا کہ قلعہ عبداللہ میں روڈ پر کوئی بارہ کے قریب مسلح گروپس ہیں جو بھتھ خوری اور مختلف قسم کے crimes میں involve ہیں۔ پھر جب اُس کے بعد حکومتیں رہیں یقیناً 2013ء سے 2018ء تک جو کوئٹہ، چمن شاہراہ تھی وہ تو اُس وقت بنی ہی نہیں تھی۔ بعد میں وہ روڈ بن بھی گیا اور مکمل طور پر وہاں آمن کی صورتحال آگئی۔ آج ایک بار پھر اس شاہراہ پر وہی گروپس لوگوں سے بھتھ وصول کر رہے ہیں۔ واقعات میں نے آپکو بتا دیئے۔ اسی طرح جو دیگر ہماری شاہراہ ہیں ہیں۔ جس طرح کوئٹہ، خضدار، قلات۔ کوئٹہ، سیمی۔ کوئٹہ لوار الائی کی جو شاہراہ ہے اُن پر جو واقعات ہو رہے ہیں۔ یقیناً یہ ایک لمحہ فکری ہے۔ جناب! جو ڈاکٹر صاحب کا واقعہ ہوا اس سے پہلے کوئی 31 کے قریب ڈاکٹر زکونغا کیا گیا ہے۔ اور کوئی 94 کے قریب دیگر ڈاکٹروں کے ساتھ جو واقعات ہوئے ہیں آج آپکا سول ہسپتال بولان میڈیکل کالج ہاسپٹل آپکا ہیلپر ہاسپٹل جتنے بھی ہاسپٹلو ہیں وہاں ڈاکٹر صاحبان ہڑتاں پر ہیں۔ یقیناً جب انکا سر و مال کا تحفظ نہیں ہو گا جب شہریوں کے سر و مال کا تحفظ نہیں ہو گا street crimes ہڑھیں گے۔ شہر میں منشیات فروشی کے اڈے ایک بار پھر اس طرح سے ہیں کہ اب میرے اپنے حلقے میں اتنے وہاں منشیات فروشی کے اڈوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ بہت سارے نوجوان جو منشیات کے عادی ہو رہے ہیں۔ تو صورتحال انتہائی گمیہ ہے۔ جو ڈاکٹر خلیل ابراہیم صاحب کا واقعہ ہوا یقیناً ڈاکٹروں میں بہت بڑا اخطراب بہت زیادہ تشویش پائی جاتی ہے۔ اُن میں خوف و ہراس پایا جاتا ہے کہ کب کوئی دوسرا ڈاکٹر انگوہا ہو گا۔ لہذا یہ ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جو constitution ہے اُسکے آرٹیکل کے مطابق ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے شہریوں کے سر و مال کا تحفظ کرے۔ اگر ایک حکومت اپنے شہریوں کے سر و مال کا تحفظ وہ نہیں کر سکتی اسے حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت، وزیر داخلہ صاحب و وزیر اعلیٰ صاحب بھی بیٹھے ہیں وہ کم از کم اس حوالے سے عوام کے سر و مال کے تحفظ کیلئے۔ اور ساتھ ہی ڈاکٹر صاحب ابراہیم خلیل صاحب جو انگوہا ہوئے ہیں انکی بازیابی کیلئے وہ فوری طور پر ہنگامی بنیادوں پر ایسے اقدامات کرے تاکہ وہ بازیاب ہو سکیں۔

**سید احسان شاہ:** اجلاس کے دوران مجھے میرے حلقے سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں مجرد لمرا صاحب جو ڈسٹرکٹ کچ اور جو متعلقہ ادارے ہیں، علاقے ہیں، ان کیلئے ایک سر سید خان کا درجہ رکھتے تھے انہوں نے ممکنے سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اپنے وسائل اور اپنا ٹائم کیچ گرا انگر اسکول سے اشارٹ کر کے اُس نے بہت بڑی خدمت کی ہے تعلیمی میدان میں۔ انکا انتقال ہو گیا ہے تو یہ بہت بڑا المیہ ہے ڈسٹرکٹ کچ کیلئے اور انکے وہ تمام

طلباۓ جو آج کل ڈپٹی کمشنریں اور جو سکریٹریٹ میں اور زندگی کے مختلف شعبہ جات میں وہ نمایاں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تو میری گزارش ہو گئی کہ انکے لیئے ڈعا پڑھی جائے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** مولوی صاحب! ان کیلئے ڈعا پڑھ لیں۔ (ڈعاۓ مغفرب کی گئی)۔ آمین۔  
اللہ انہیں جنت نصیب کرے۔ جی ملک نصیر صاحب۔

**ملک نصیر احمد شاہواني:** شکریہ اسپیکر صاحب! میں بھی اس مسئلہ پر تھوڑی بات کرنا چاہتا ہوں۔ جس طرح نصر اللہ خان نے کہا کہ اب ایک دفعہ پھر ان غواہ بارے تاداں اور اس قسم کا ایک سلسلہ پورے بلوچستان میں شروع ہو چکا ہے۔ یہ نہ صرف کوئی تک محدود ہے بلکہ کوئی کے باہر بھی۔ جس طرح آپ نے دیکھا کہ ایک ماہ قبل نصیر آباد میں بلوچستان نیشنل پارٹی کے ایک بزرگ اور ممتاز شہری حاجی محمد نواز مینگل، جسکو وہاں سے انگو کیا گیا تھا چار، پانچ دن گزرنے کے بعد اُسکی لاش کھٹکوچ سے ملی۔ اب دوبارہ نیوروسرجن شیخ ڈاکٹر ابراہیم خلیل کو 13 دسمبر 2018ء کو جناح ٹاؤن سے انگو کیا گیا۔ وہ دن سے زیادہ گزرنے کے باوجود انکے بارے میں میرے خیال میں کسی کو علم نہیں ہے۔ اور کوئی میں تین، چار ہا سپٹلز سرکاری جو اس وقت کام کر رہے تھے وہ بالکل بند ہو چکے ہیں اور ڈاکٹر زسر اپا احتجاج ہیں۔ بہت سارے ایسے serius مرض روزانہ بلوچستان کے ذور دراز علاقوں سے آتے ہیں اور ناکام لوٹتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ بلوچستان میں لاے اینڈ آرڈر کا مسئلہ اس وقت سنگین ہوتا جا رہا ہے یا ایک بہت بڑا الیہ ہے۔ چند سال قبل اس قسم کا ایک سلسلہ آپ نے دیکھا، شروع ہوا۔ اور بلوچستان کے اکٹھڑاکٹھڑا آپ نے دیکھا جنہوں نے میرے خیال میں نہ صرف بلوچستان کو نیپر باد کیا بلکہ وہ آج ملک کے دوسرے علاقوں کو چھوڑ کر، اس ملک کو بھی چھوڑ چکے ہیں۔ اور اس وقت بلوچستان میں جو پرائیویٹ ہا سپٹلز ہیں ان کی فیسیں اتنی زیادہ ہیں کہ ایک ڈاکٹر کی فیس میرے خیال میں ہزار روپے سے کم نہیں ہے۔ اور واحد جو کوئی کا Provincial Hospital یا بی ایم سی یا ہیپر ہسپتال کی جو مثال دے رہے تھے وہ دس دن سے زیادہ گزرنے کے باوجود بند ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ اور اس وقت پولیس کے آفیسر ان بھی اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس پر جتنی تیزی سے کام کیا جائے نیوروسرجن ڈاکٹر ابراہیم کو فوراً بازیاب کیا جائے تاکہ بلوچستان میں جو ہا سپٹلز بند ہیں ہڑتاں کر رہے ہیں وہ دوبارہ گھل جائیں اور مریضوں کے علاج و معاملے کا بند و بست ہو سکے۔ بہت مہربانی۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شکریہ ملک صاحب۔ جی ناء صاحب۔

**جناب شاء اللہ بلوچ:** شکریہ جناب اسپیکر! مختصرًا میرے خیال میں اس موضوع پر کوئی دورائے نہیں ہیں کہ

بلوچستان میں امن و امان کی جو صورتحال ہے، وہ تھوڑی سی پڑتی سے ٹھیک ہوئی نظر آتی ہے۔ امن و امان دو تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک جو چھوٹے موٹے کرائمز ہوتے ہیں، واقعات ہوتے ہیں، چوری و ڈیکٹیاں ہیں علاقوں میں، اُس میں بھی اضافہ ہوا ہے، دوسرا بات یہ ہے کہ دو تین ایسے کرائمز ہیں ایسے جرم ہیں جو معاشرے میں مجموعی طور پر خوف و ہراس کا باعث بنتے ہیں۔ بالخصوص جس طرح ابراہیم خلیل صاحب کے ان غوا اور تاحال ان کی عدم بازیابی جس طرح میرنا ز مینگل صاحب کا جونصیر آباد سے ان غوا ہوا ہے اور اُس کے بعد ان کی جو لاش کی برآمدگی۔ یہ وہ patron ہے بالخصوص میرے دوست سلیم بھائی بیٹھے ہیں میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں دیکھیں! یہ ٹیسٹ کیسز ہیں۔ بلوچستان میں بالخصوص امن و امان کے حوالے سے ان غوا برائے تاوان کی واردا تین کوئی اتنی آسان واردا تین نہیں ہوتیں بہت ہی organize crime ہیں اور اس کے پیچھے بہت بڑے مافیا ملوث ہوتے ہیں۔ اور اُس میں کئی کئی علاقوں میں کئی صوبوں میں، کئی ملکوں میں یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اس میں کافی سسٹم میں گورنمنٹ کے یا کوئی پولیس کے لوگ بھی ملوث ہوتے ہیں اور تاکہ جب حکومت جب کمزور پڑتی ہے تو پھر تمام اداروں کو اس criminal activities میں کام کرنے کا موقع ملتا ہے۔ بڑی تکلیف دہ صورت حال ہے گز شستہ چار پانچ سال پہلے بلوچستان سے جناب والا! کوئی 31 کے قریب ڈاکٹر زاغوا ہوئے ہیں۔ جو ڈاکٹر اس وقت احتجاج پر ہیں کل میں ان کے احتجاجی کمپ میں گیاسینتر ڈاکٹرز کو شاید ابھی بھی یہاں تشریف فرمائیں گے یا وہ چلے گئے تو میں ڈاکٹر ز کے ساتھ اظہار تکمیل کیلئے ان کے کمپ گیا ان سے ملے ان میں جو پائی جانے والی تشویش ہے وہ یہ نہیں ہے کہ صرف ایک ڈاکٹر زاغوا ہوا ہے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک تسلسل شاید دوبارہ سے ان غوا برائے تاوان کا بلوچستان میں شروع ہو گا۔ اور ان کے اعداد و شمار کافی درست بھی ہیں 31 کے قریب ڈاکٹر ز گز شستہ چار سے پانچ سالوں میں ان غوا ہوئے ہیں۔ 18 کے قریب ڈاکٹر ز میجاہما رے بلوچستان میں ویسے ڈاکٹر ز صوبہ بدر ہو گئے ہیں، صوبہ چھوڑ کے یا تو کسی اور صوبے میں چلے گئے یا ملک سے باہر چلے گئے ہیں۔ تو ڈاکٹر ز صوبہ کی بہت زیادہ ہے۔ 18 کے قریب ڈاکٹر ز وہ قتل ہوئے ہیں 94 کے قریب بھی person per person جو ڈاکٹر ز کی بھی بہت زیادہ ہے۔

میرے خیال میں سلیم بھائی! آپ ہیں اور آپ کی حکومت ہے اس میں ہم definitely ان دو چار کیسوں میں ہم آپ کو مورد الزام نہیں ٹھہراتے۔ لیکن دیکھ لیں کہیں کوئی آپ سے فائدہ تو نہیں اٹھا رہا ہے۔ کوئی اس قسم کے واقعات میں جو بتدریج اضافہ ہو رہا ہے اس کو آپ نے کس طریقے سے قابو کرنا ہے؟ ہماری دو تین تجاویز ہیں نمبر 1 یہ کہ جو کبھی ہمارے سیکورٹی کا سسٹم ہے تھوڑا اس dated out ہیں جن علاقوں میں اس طرح کی واردات ہوتی ہیں اُس علاقے کے ڈی ایس پی، ایس پی، ایس ایچ او کو معطل کرنے کی بجائے یا ٹرانسفر کرنے کی بجائے

جب تک وہ کیس حل نہیں ہوتا وہ ایس پی، ڈی ایس پی یا سی ڈی پی اور یا جتنے بھی لیول کے آدمی ہو وہ under observation رہے، ان نے وہ کیس حل کر کے دینا ہے۔ اگر in case اس کے دور میں یا اس کے ایریے میں یہ کیس حل نہیں ہوتا تو جناب والا! سن اور جزا کا کوئی تعین ہونا چاہیے۔ کیونکہ بلوچستان میں اس وقت سب سے زیادہ آپ کی معلومات کیلئے 32 سے 33 ارب روپے ہمارے پی ایس ڈی پی سے لا اینڈ آرڈر پر خرچ ہوتے ہیں۔ پولیس، لیویز، بی سی، سی ڈی اور اس میں بلوچستان کا جو بہت بڑا chunk ہے، یہ 37 ارب تک پہنچ جاتا ہے، یعنی ایورٹچ بلوچستان کے ہر ضلع میں 1 ارب 20 کروڑ روپے سالانہ امن و امان کیلئے دیئے جاتے ہیں۔ جب اتنا پیسے ایک غریب صوبے میں جہاں پینے کا پانی نہیں تعلیم نہیں 25 لاکھ پچ سکول سے محروم ہوں، 37 ارب روپے آپ دیتے ہیں تو اگر پھر بھی امن و امان قائم نہیں ہوتا تو پھر کہیں گڑ بڑ ہے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ چور، ڈاکو، انگوکارا تنے نہیں کرتے ہوں گے۔ 37 ارب میں سے چار یا پانچ ارب روپے دے دیں ہم چور اور ڈاکوؤں میں بانٹ دیں گے۔ باقی 33 ارب روپے ہم تعلیم اور صحت پر خرچ کر لیں گے۔ اگر چوروں کو پولیس کے 37 ارب روپے کے بجھ سے بھی کنٹرول نہیں ہو سکتے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم چوروں اور ڈاکوؤں سے کوئی negotiation کر کے دو یا چار ارب روپے اس سے زیادہ نہیں کرتے ہوں گے انگوکارے تاوان میں تو میرے خیال میں 37 ارب روپے ایک غریب صوبہ جب سیکورٹی پر، لا اینڈ آرڈر پر خرچ کرتا ہے۔ تو ضروری یہ ہے کہ 37 ارب کا احتساب ہونا چاہیے ہر ڈسٹرکٹ میں جانے والا! یہ پیسے پولیس فورس پر خرچ ہونے والا لیویز پر، بی سی پر۔ تو میں مشکور ہوں جناب والا! ایک مختصر سی بات، میرے ڈسٹرکٹ میں دو چاراں incident اور اسی لئے پچھلے اجلاس میں بھی میں نے یہ کہا تھا کہ حکومت ہم سے تعاون نہیں کر رہی ہے اپوزیشن سے وہ سوتیلی ماں جیسا سلوک کر رہی ہے ان کے خیال میں جی، ہم ان کے ڈپی کمشنر، ڈی پی او سب سے کہہ دیں گے کہ ان سے تعاون نہ کریں تو وہاں چوری ڈکٹیاں بڑھ رہی ہیں۔ ہم نے کہا تھا کہ بی سی کے پلٹوں یہاں کافی جگہوں پر فارغ ہیں، خاران ڈویژن ہیڈکوارٹر ہے دو سے چار پلٹوں وہاں بچھوادیں۔ لیکن کوئی ہماری بات نہیں سن رہا ہے جہاں منتخب نمائندہ کمشنر ڈپی کمشنر کے ساتھ سیکورٹی آپریٹر زے ساتھ بیٹھ کے کوئی recommendation بھیجا ہے، تو براۓ مہربانی آئی جی صاحب کمانڈنٹ صاحب اور سیکرٹری صاحب کو کم از کم convey کر دیا کریں کہ ہم بہت صلاح و مشورے کے بعد اس طرح کی سفارشات مرتب کرتے ہیں تو اُمید ہے کہ جتنے منتخب ارکین ہیں ان کو بھی اس صلاح و مشورے میں شامل کریں گے اور 37 ارب روپے اگر لا اینڈ آرڈر پر خرچ ہوتے ہیں تو 37 ارب جیسا رزلٹ بھی ہونا چاہیے۔ Thank you very much.

**جناب قائم مقام اسپیکر: جی۔**

**جناب اصغر خان اچکزی:** جناب اسپیکر! یقیناً امن و امان ایک حساس مسئلہ ہے۔ اور جہاں امن و امان نہ ہو تو شاید کچھ بھی نہیں رہے گا۔ اور خصوصاً ہمارے ڈاکٹر ابراہیم صاحب انغو ہوئے ہیں اُس کے بعد سے آج تک جو ہمارے سرکاری ہسپتال کے خاص کرسول ہسپتال کوئٹہ اور بولان میڈیکل ہسپتال کی جو اس وقت جو صورت حال ہے اور مریض انہائی مشکل صورت حال سے گزر رہے ہیں اور ساتھ ہی یقیناً ہمیں جو بھی اقدامات کرنے پڑیں، ہمارے ان شیر یہ منٹ صاحب تشریف فرمائیں۔ امن و امان پر ہمیں کسی قدم کا compromise نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگر ہمارے ڈاکٹر زحضرات اگر کل ہسپتال پر ہوں گے اُس سے ہمارا patient طبقہ متاثر ہوگا اور ساتھ ہی اُس کی families جو ہیں وہ متاثر ہوں گی۔ تو اس صورت حال میں ایک طرح سے پورا بلوجستان متاثر ہوگا۔ تو یقیناً امن و امان کو برقرار رکھنا۔ ہر صورت میں ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اور اس میں ہمارے جو بھی ادارے ہیں خصوصاً جس طرح اعداد و شمار پیش کیے گئے ہیں۔ جس کا ہمیں پہلے سے پتا اور اندازہ ہے کہ ایک بہت بڑی رقم امن و امان پر ہماری already خرچ ہو رہی ہے۔ اگر ہمارے امن و امان پر اتنی بڑی رقم خرچ بھی ہو رہی ہے اور اس کے باوجود بھی ہم امن و امان سے دوچار ہیں، تو یقیناً یہاں پھر سوالات اٹھیں گے۔ اس سلسلے میں ہمارے وزیر داخلہ صاحب کو چاہیے وہ روڈر کے حوالے سے ہو، کافی چیزوں کا ہمارے نصر اللہ زیرے نے ذکر کیا یقیناً تین چار ماہ میں یہ واقعات ہوئے ہیں۔ ہمیں اس طرح کے واقعات کا تدارک کرنے کیلئے ہر قدم کے اقدامات کرنے چاہیں۔ ہمیں اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے کہ آج کی حکومت امن و امان میں ناکام ہے۔ اگر حکومتوں کی بات کی جائے تو ہم نے پچھلی حکومت میں اس طرح کے نقصانات کیے جس کا ازالہ شاید پھر ہم زندگی بھرنہ کر سکیں گے۔ 8 اگست کا واقعہ ہمارے سامنے ہے۔ میں تو کہتا ہوں اس پر پہلے بھی ہم نے بات کی ہے کہ اگر 8 اگست کا واقعہ اللہ نہ کرے اللہ نہ کرے آج کی حکومت میں ہوتا اور پھر بھی ہم ادھر بیٹھ کے وزیر داخلہ کی حیثیت سے، وزیر کی حیثیت سے تو میرے خیال میں لوگ پھر ہمیں یہی کہیں گے جو کل ان کو کہا گیا تھا۔ اسی طرح کھٹکوچہ مستونگ کا واقعہ، اور انغو ابرائے توان کے حوالے سے ہماری پارٹی کے اُس وقت انہائی بزرگ راہنماؤں ارباب عبدالظاہر کا سی کا انغو، ڈاکٹر مناف ترین کا انغو ایہ وہ واقعات ہیں جو ماضی کی حکومتوں میں ہمارے سامنے ہوئے ہیں۔ لیکن ہمیں امن و امان کے مسئلے پر حکومت کو ٹارگٹ بنا کر نہیں بلکہ ہم سب نے ملک دونوں طرف سے چاہے اپوزیشن سائیٹ ہو چاہے حکومتی پیغام ہو، ہمیں اس پر مشترک آواز اٹھانی چاہیے۔ جو ہمارے امن و امان کی مدیں بہت سارے اخراجات ہو رہے ہیں، اُنکی ذمہ داری ہے، چاہے اُس کا نام جو بھی ہو اور اُس

کی ذمہ داری جو بھی ہو یہ ان کا فرض ہے کہ وہ ہمیں ایک صحیح امن ماحول مہیا کر دیں۔ اور ہم ایک ایسے ماحول میں رہیں، جہاں ہمیں کم از کم اپنے سر کا خطرہ نہ ہوا پنی جان کا خطرہ نہ ہو۔ اگر یہ اقدامات نہیں کیے گئے تو لوگ پھر آگے کچھ اور قسم کے قدم اٹھانے سے گریز نہیں کریں گے۔ آج اغوا کریں گے، کل قتل کریں گے ابھی بھی دیکھنے کو مل رہے ہیں معمولی سی ایک موڑ سائیکل کے لئے ہمارے لوگ مر رہے ہیں۔ معمولی چیزوں پر ہمارے لوگوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے یقیناً ہمیں پہلے ہی step میں وہ کہتے ہیں کہ First impression is the last impression۔ حکومت کو ترجیھی بنیادوں پر چاہیے حکومت سال ہو، ڈیر ہ سال ہو، پانچ سال ہو، جتنے بھی عرصے تک امن پر compromise نہیں کرنا چاہیے، اور امن و امان کے سلسلے میں ہر قسم کے اقدامات کیے جانے چاہیں، چاہیے وہ کوئی چمن شاہراہ ہو، چاہیے وہ کوئی کراچی شاہراہ ہو، چاہیے وہ کوئی ٹاؤب شاہراہ ہو، چاہیے کوئی سبی شاہراہ ہو۔ ہمیں ہر صورت میں ان شاہراہوں کو پر امن بنانا ہوگا۔ ان راستوں میں جو بھی جس بھی نام سے بھتہ خوری کر رہے ہیں، لوگوں سے زبردستی ٹکیں وصول کرتے ہیں ہمیں اُس کا قلع قع کرنے کیلئے ہر طرح کے اقدامات کرنے چاہیں اور ہمارے DPO's اور IDC's کو ایک strictly instruction کو ایک جاری ہونی چاہیے کہ ہم آپ جو بھی کریں لیکن امن و امان پر compromise نہیں ہو کرنا چاہیے۔ بڑی مہربانی۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** شکریہ اصغر خان۔ جی سلیم کھوسے صاحب۔

**میر سلیم احمد کھوسے (وزیر مکملہ داخلہ و قبائلی امور):** شکریہ جناب اسپیکر صاحب! ازیرے صاحب کی جو تحریک التواء تھی، ثناء بلوچ نے اور دوسرے دوستوں نے جو بتیں کی ہیں اور جو figure یہاں پیش کیا گیا۔ ظاہری بات ہے کہ یہ دو تین ماہ کا figure تو نہیں تھا، یہ پچھلے دس بارہ سال کا figure یہاں پیش کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کچھ عرصہ پہلے تک یہاں حالات بے انتہائی خراب رہے ہیں، بہت زیادہ۔ نہ کہ صرف ہمارے ڈاکٹر صاحبان بلکہ وکلاء، تاجر، ہر برادری جو بلوچستان سے تعلق رکھتی تھی، ہر کسی کو target بھی کیا گیا ہے، ہر لحاظ سے اُن کو نقصان بھی پہنچایا گیا۔ بلکہ ہمارے جو ایجوکشن منسٹر تھے شفیق احمد خان، انہیں بھی شہید کیا گیا۔ تو اس طرح کے حالات تھے۔ ایک زمانہ ایسا بھی یہاں تھا کہ road by road بھی ہم دن کو سفر نہیں کر سکتے تھے، ہماری جتنی بھی شاہراہیں تھیں، وہ سب امن و امان کے لحاظ سے بدتر ہو گئی تھیں۔ بے انتہا۔ یہ ایک سازش کے تحت یہ سب کچھ ہو رہا تھا کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اُسی دوران سی پیک کا آنا اور بلوچستان کے حالات خراب کرنا، یہ سب انٹرنشنل ایک گیم تھا۔ جو بہت عرصے تک چلتا رہا لیکن پھر آہستہ آہستہ ہمارے enforcement law کے

لوگ، ہماری افواج پاکستان، اف سی، ہماری پولیس، ہماری یویز جنہوں نے یہاں بے انہا قربانیاں دیں شہادتیں دیں اُس کے بعد جا کر یہ سلسلہ کشمگیا اور امن و امان قائم ہوا۔ اُس پر ہمارے بلوچستان کے لوگوں نے بھی بہت بڑی قربانیاں دیں۔ یہ سب کی قربانیاں شامل ہیں اُس کے بعد حالات کچھ بہتر ہوئے اور اب بہتری کی طرف ہم لوگ جا رہے ہیں یہ بالکل unfortunately یہ ایک دو واقعہ ہوئے ہیں انواع کے جو حاجی محمد نواز مینگل صاحب کا تھا تو اُس کے بھی ہم لوگ بہت قریب پہنچ گئے ہیں انشاء اللہ دو چاروں میں گرفتاریاں ہو جائیں گی۔ باقی یہ جو ڈاکٹر صاحب کا واقعہ ہوا ہے یہ پہلے دن ہی یہ تقریباً کوئی پونے 9 بجے یا پونے 10 بجے کا time تھا فوری طور پر یہ واقعہ ہوا یہ ماذل ٹاؤن میں ہوا یہ بالکل ریلوے ٹریک کے ساتھ ہی فوری طور پر پولیس وہاں پہنچ گئی، ہی ٹی ڈی کے لوگ وہاں پہنچ گئے انہوں نے fingerprints وغیرہ لیکر forensic report کے لیے بھیج گئے اُس کی بھی report انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتے تک آجائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ JIT بھی بنادی گئی۔ ہمارے جو ایجنسیز کے لوگ ہیں ISI، MI ہے اور اُس میں special branch کے لوگ ہیں CTD کے لوگ ہیں سب کام کر رہے ہیں اور بہت نزدیک پہنچ گئے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ دنوں تک ہمیں بہت امید ہے کہ خیر و خیریت سے ڈاکٹر صاحب واپس اپنے گھر آ جائیں گے۔ اور ہمارا رابطہ ہے بلکہ ان کی family کے ساتھ بھی رابطہ ہے اور ڈاکٹر صاحبان کے ساتھ بھی رابطہ ہے آج بھی ڈاکٹر صاحبان میرے چیمبر میں آئے اور ہم نے ان سے گفت و شنید کی ظاہری بات ہے ایک انواع ہوا ہے تو ظاہری بات ہے کہ لوگوں کو پریشانیاں ہیں۔ ڈاکٹر زکو سیکورٹی کے حوالے سے بھی کچھ concerns ہیں۔ جو آج کل ڈاکٹر صاحبان ہیں ان کے بارے میں ان کو concerns ہیں کہ خدا نخواستہ پھر کوئی اس طرح کا سلسلہ نہ ہو جائے۔ میں سب دوستوں کو یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسے معاملات نہیں ہیں اس طرح کے بلوچستان میں حالات نہیں ہیں جو آج سے دو تین سال پہلے تھے یا چار پانچ سال پہلے تھے، یہ ایک تسلسل ہے اس تسلسل کے تحت کافی بہتری ہوئی ہے۔ تو کچھ خامیاں بھی رہی ہیں، پچھلی گورنمنٹ نے کچھ اچھے کام بھی کیے لیکن ان کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچانے کی وجہ سے کچھ معاملات خراب بھی ہوئے۔ بڑا اچھا، یہ کوئی کے حوالے سے city save ایک project تھا اُس کو شروع کیا گیا لیکن اُس کو ابھی تک مکمل نہیں کیا جاسکا۔ لیکن ہماری گورنمنٹ نے آتے ہی اُس پر کام شروع کر دیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ہی عرصے میں یا city project save وہ شروع ہو جائے گا اور اگلے ایک دو سال میں یا انشاء اللہ complete ہو جائے گا۔ جب اس طرح کے project آپ کے اس شہر میں لگنے شروع ہو جائیں گے تو بہت سارے فائدے ہوں گے، بہت ساری بہتری ہوگی کوئی بھی بہتر ہو رہا

ہے اور بھی معاملات بہتر ہو رہے ہیں overall بلوچستان کے حالات بھی اُس طرح نہیں ہیں کہ جس طرح کہا جائے جو آج سے پانچ دس سال پیچھے اگر چلے جائیں تو جو حالات تھے جو واقعات تھے ان میں کافی بہتری آئی ہے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بہت جلد ڈاکٹر صاحب خیریت سے بازیاب کرالیں گے۔ تو میری یہی گزارش ہے اپوزیشن سے میں ان کو یقین دہانی کرتا تھا ہم اپنا جو حکومت کا کام ہے وہ ذمہ داری کے ساتھ پورا کر رہے ہیں۔ ہم دن رات کوشش ہیں کہ ہر لحاظ سے ڈاکٹر صاحب خیریت سے آجائیں اور اس طرح کے دوسرا ہے واقعات بھی نہ ہوں۔ تو اُس کی بہتری کے لیے بھی ہم کام کر رہے ہیں۔ باقی ڈاکٹر صاحبان کو جو concern ہیں سیکورٹی کے حوالے سے، ان کی already security ہے پھر بھی ہم لوگ ان کے ساتھ بیٹھ جائیں گے اور بہتر کرنے کی کوشش کریں گے۔ تو میری اپوزیشن سے یہ گزارش ہو گی کہ مہربانی کر کے اپنی تحریک کو واپس لے لے اور مطلب کہ یہ منظور ہو چکی ہے۔ لیکن میں یقین دہانی کرتا تھا ہم کہ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ڈاکٹر صاحب بازیاب ہو گے اور معاملات بھی اس طرح کے انشاء اللہ نہیں ہوں گے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** جی شکریہ۔ جناب نصراللہ خان زیرے صاحب کی تحریک التوانی 1 جو ڈاکٹر ابراہیم کے انعام سے متعلق تھی اس پر تحریک اور دیگر اکین اسمبلی، چاہے ان کا تعلق حزبِ اختلاف سے ہو چاہے حزبِ اقتدار سے ہو، سیر حاصل بحث ہوئی۔ وزیر داخلہ نے اس واقعہ سے متعلق حکومتی اقدامات سے ایوان کو آگاہ کیا۔ اور یقین دہانی کرائی کہ بلوچستان کے امن و امان کے لیے وہ اقدامات کریں گے۔ لہذا اس تحریک التوانی 1 کو منٹایا جاتا ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** جی ثناء بلوج صاحب! رُکن اسمبلی، آپ بلوچستان کے قواعد و انضباط کا مجریہ 1974ء کے قاعدہ 101 (الف) کے تحت اپناعوامی اہمیت کا مسئلہ پیش کریں۔

**جناب ثناء اللہ بلوج:** شکریہ اسپیکر صاحب۔ زیر قاعدہ 101 (الف) کے تحت جو انضباط کا، بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کی ایک تحریک ہے جس کا عنوان ہے، انجینئر زکاسروں اسٹرکچر وضع کرنے سے متعلق تفصیلات۔ کیا وزیر مکمل ملائزہ متمہاً ظمآن نق از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ، (الف) کیا یہ درست ہے کہ بلوچستان اسمبلی نے ایک مشترکہ قرارداد نمبر 165، بابت صوبہ بلوچستان میں کا انجینئر زکاسروں اسٹرکچر وضع کرنے سے متعلق پاس کیا تھا۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس عوامی نوعیت کے حامل معاملہ سے متعلق حکومت کی جانب سے کیا اقدامات کیے گئے ہیں؟ شکریہ۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** جی وزیر ملازم متہماً عمومی نظم و نقش اس بارے میں اپنا موقوف فرمائیں۔

**جناب شاء اللہ بلوج:** شکر یہ جناب اسپیکر! یہ کوئی اتنا technical معاملہ نہیں ہے، بڑا simple ہے پاکستان میں سروں میں جتنے بھی ہمارے لوگ ہیں، چاہے وہ پولیس سروں کے ہوں، ہمارے سیکریٹریٹ سروں کے ہوں DMG group کے ہوں، کشمکش کے ہوں، foreign group کے ہوں، سب کا اپنا ایک سروں اسٹرکچر ہوتا ہے اور ان کے اپنے cadres ہوتے ہیں۔ لیکن بڑی بدقتی ہے کہ بلوچستان میں انجینئرز کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ میں خود profession by ایک انجینئر ہوں، ایک لیکچر انجینئر۔ انجینئرنگ ہمارے بلوچستان ایسوی ایشکے جو چیزیں میں اور ان کے تمام ارکین بھی اس وقت تشریف فرمائیں۔ یہ گزشتہ اسمبلی میں بھی جب یہ آیا تھا تو اس پر قرارداد بھی پاس ہوئی اور اس قرارداد کے تحت پھر اسٹینڈنگ کمیٹی، باقاعدہ ایک اپیشن کمیٹی بھیجی گئیا۔ 5 جون 2018ء کو پھر اس میں سفارشات بھی مرتب کی گئی ہیں۔ اور وہ سفارشات یہ ہیں کہ پونکہ صوبہ بلوچستان کے کسی محکمہ میں انجینئرز کے لیے سروں اسٹرکچر بھی تک وضع نہیں کیا گیا ہے۔ اس لیے مجلس مشترک طور پر حکومت بلوچستان سے سفارش کرتی ہے کہ وہ انجینئرز کا وہ سروں اسٹرکچر وضع کرنے کے لیے عملی اقدامات کریں۔ تاکہ service serving engineers اور تجربات کے ثمرات مل سکیں۔۔۔ (اذان۔ خاموشی) جناب اسپیکر! مختصر ایہ کہ سروں اسٹرکچر نہ ہونے کے سبب ایک تو یہ ہے clearly جون 2018ء میں سفارشات مرتب ہوئی ہیں۔ میں صرف اس ایوان کو یہ گزار کروں جام صاحب خود اس وزارت کے اس وقت نگران بھی ہیں، اُسکا سب سے بڑا لفظاً نہ صوبے کو یہ رہا ہے کہ جتنے بھی professional engineers اور technical engineers اور head بھی نہیں کرپاتے۔ یعنی وہ اپنے ہی محکمے جتنی بھی بڑی positions ایں، اُس کو کبھی head بھی نہیں کرپاتے۔ یعنی وہ اپنے ہی کافی کافی کا یعنی کمپنیکشن ایند ورکس کا پیک ہیلتھ انجینئرنگ کا اریکیشن میں یا جس بھی شعبے سے بھی کافی engineers ہو کے آئے ہیں。 hard level کو وہ position کی secretaries کو اپنے ہی نہیں پاتے یا ان کو یہ موقع ہی نہیں دیا جاتا کیونکہ جی آپ civil services یا کوئی administrative structure سے آپ کا تعلق نہیں ہے۔ توجہ، ایک تو یہ ہے کہ ان میں وہ خواہش ان کی وہ محنت اُنکی وہ لگن جتنی انہوں نے صوبے میں کی ہے، اُس کا ان کو reward نہیں ملتا۔ دوسرا سب سے بڑا سروں اسٹرکچر نہ ہونے کے باعث جو سب سے بڑا problem یہ ہوتا ہے کہ بلوچستان میں ایک culture رہا ہے کہ 12 گریڈ کے آدمی کو 18 گریڈ کی post پر بٹھایا گیا ہے، میں ایک چھوٹی سی مثال دوں اپنے ضلع خاران میں

7 سال تک civil engineer کی post XEN کی electrical engineer کو گریڈ 16 پر تعین 16 گریڈ یا 17 گریڈ والے کو 19 گریڈ کی post 7 سال تک بھایا گیا۔ ساڑھے چار ارب پانچ ارب کا کام اُس کے ذریعے سے ایک mechanical engineer یا electrical engineer کے ذریعے سے civil engineer کا کروایا گیا جس میں نہ quantity کی assurance ہے نہ اُس میں جتنے بھی engineering rules وہ procedures ہیں وہ بھی standards کے مطابق نہیں ہوتے۔ تو جام صاحب بالخصوص اپنے صاحب کے توسط سے میں آپ سے گزارش کروں گا کہ بلوچستان میں یہ جو کلچر تھا اس کو ختم کرنے کے لیے ہم آپ کا ساتھ دینے گے کہ آپ کم گریڈ کے افسران کو سیاسی بنیادوں پر nepotism کی بنیاد پر، سفارش کی بنیاد پر اعلیٰ عہدوں پر اُن کے تعینات نہیں کریں گے یا ان کی بہت بڑی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ اور یہ seniors کے against service کے engineers کے اس مسئلے کو بھی شاید ہمیشہ کے لیے structure reforms address کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ بلوچستان میں اس وقت جو engineers کو درپیش مسائل ہیں 3700 کے قریب انجینئرز پر وزگار ہیں۔ میں اُس دن یہ سوال لایا تھا تو جواب نفی میں آیا تھا S&GAD کے طرف سے۔ ایک صوبے میں 3700 انجینئرز ہیں ہمارے پاس engineers کی academy کی ہیں ہے، انجینئرز کو trend کرنے کا کوئی ادارہ نہیں ہے، ہمارے پاس نئی نئی technologies آرہی ہیں آرہی ہیں آرہا ہے، سی پیک کے حوالے سے روڈز port and shipping energy ، infrastructure ، transmission distribution, grid-stations، انجینئرز بنانے نہیں پڑھیں گے میں نے وائس چانسلر خضردار یونیورسٹی سے بھی بات کی تھی mines and minerals کے بارے میں، میں نے کہا کہ 3700 انجینئرز کو اگر روزگار نہیں دے سکتے ان کو نوماہ یا گیارہ ماہ crash corses پر آپ باہر بھیجے اور نوماہ کا چھ ماہ کا diploma لے کر یہ آپ کے port and infrastructure کے energy sector میں جاسکتے ہیں shipping میں جاسکتے ہیں، energy sector میں جاسکتے ہیں، power میں ہے جو energy میں جاسکتے ہیں، اس کے علاوہ solar energy میں تو engineers کو ہمیں بلوچستان والوں کو خود مل بیٹھ کے کچھ innovation کرنی پڑے گی۔ ورنہ ہمارے پیچے سکریٹریٹ میں چاول چھو لے کھا کے وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں یہ بد قسمی ہے بلوچستان کی۔ تو یہ service structure including engineers کے حوالے سے ایک جامع پالیسی کی ضرورت ہے ہم اس میں

آپ کا ساتھ دینے گے۔ engineering کا ہمارا جو بلوچستان کے ہیں سارے energetic leadership ہیں وہاں بیٹھی ہیں وہ بھی اس میں بعد میں آپ کا ساتھ دینے گے۔ اختر حسین لانگو انجینئر ہیں، زمرک صاحب میرے بھائی انجینئر ہیں، اکبر لانگو صاحب انجینئر ہیں تو یہاں already انجینئرز کی، آپ کا پتہ نہیں ہے باہر بھائی چلو میں نے کہا کہ شاید آپ کو بھی اس list میں ڈال دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ انجینئر ہیں کو hardship allowance میں اور باقی incentives میں شروع کیا گیا ہے۔ اور پھر اس کے بعد accountability میں خود اس کے حق میں نہیں ہوں بلکہ میں انجینئر زکی کنوش میں گیا تو میں نے کہا کہ اب جب بھی میں پڑھتا ہوں، لکھتا ہوں، دیکھتا ہوں، تو جب میں گزرتا ہوں خاران سے کوئی آتے ہوئے، میں سارے tunnels کو اور ان tunnels پر لگے ہوئے انجینئر ز کے نام دیکھتا ہوں تو مجھے آج تک بلوچستان کے کسی بھی انجینئر کا شاہکار نظر نہیں آ رہا۔ اور ان کا جواب بھی بڑا positive تھا۔ تو میں نے کہا بلوچستان اس وقت ترقی و تغیر کے عمل سے گزر رہا ہے۔ بلوچستان کے انجینئر بلوچستان کی political leadership کے ساتھ economic leadership کے ساتھ ملکر بلوچستان کو ایک شاہکار، ایک نمایاں اور کیا کہتے ہیں ایک modern province اور ایک region میں۔ اس میں انجینئر ز contribution بڑی ہو سکتی ہے۔ ہم قصور پیش کر سکتے ہیں وہ کیا کہتے ہیں کہ تغیر و ترقی انجینئر ز کا کام ہے۔ تو انہوں نے کہا جناب والا! جب 12 گریڈ کے انجینئر کو آپ 18 گریڈ انجینئر کی جگہ پڑھائیں گے۔ تو آپ کو شاہکار کیا ملے گا۔ یہ جو رہی سہی شاہکار ہے وہ سارے ٹوٹ پھوٹ کا شاہکار ہو جائیں۔ اور ان کی بات بالکل درست تھی۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں بلوچستان کے اندر پولیس والے میرے پاس آئے ان کے services کا issue structure ہے۔ BDA میں کوئی 9 سے 10 انجینئر ز سب انجینئر appointed ہیں، ان کی regularisation کا مسئلہ ہے وہ ابھی تک resolve نہیں ہو رہا۔ تو بلوچستان میں services structure میں کافی اور بہت issues ہیں، انجینئر ز اور ڈاکٹر ز کے بیروزگاروں کے جام صاحب administration particularly services and general administration کا مکمل آپ کے پاس ہے۔ تمام اداروں کے جن کی یونیورسیٹی ہیں ایسوی سیشن ہیں ان کو بھی ہم بلا لیں گے and let's have a detailed comprehensive -plan of Balochistan بلوچستان کی تغیر و ترقی سیاسی لوگ دے کے کریں گے اور ہمارے انجینئر ز کیا کہتے ہیں کہ بیچپ، دستہ نقشہ اٹھا کے اس بلوچستان کی تغیر vision

کر سکتے ہیں اور مجھے امید ہے اس میں ہم سب ایک ساتھ ہوں گے۔ شکریہ جناب اپیکر صاحب۔

جناب قائم مقام اپیکر: شکریہ۔ حی جام صاحب۔

جام میر کمال خان عالیانی (قاڈا یوان): Thank you very much جناب اپیکر صاحب!

شاء صاحب بڑے rightan چیزوں کی طرف identification کی ہے۔ اور structural جتنی بھی time میں ان سرو سز ہیں بلوچستان کا۔ چاہے انجینئرز کا ہو یاد و سرے ملکہ کا ہو، میرے خیال میں بہت سارے sectors پر کوئی خاص پیشافت، کوئی strategy planning نہیں بنایا گیا۔ ہمارے بیٹھے ہوئے ہیں محترم جناب اسد بلوچ صاحب بلکہ کچھ ماہ پہلے اس طرح دو تین sectors تھے، خاص کر کچھ چیزوں میں service structure بنائی ہے، کچھ ملکوں میں بہت سارے level تک بنائی نہیں ہے۔ agriculture کے حوالے سے اگر ہم دیکھیں تو وہ still اُن کا جو proper structure exist بھی نہیں کرتا۔ تو اس طرح کی develop capacities کو ہم indentification کرنے کرتے اور proper identification کرنے کرتے اور capacities کی pوری information کیسی ہونی چاہئے۔ پھر time scale میں پھر اور time to time کی چیزوں کو بھی face کرنا پڑتا ہے اور concrened post کا اُن سب لوگوں کا جو ہونا بھی ایک بہت بڑا سوالیہ بن جاتا ہے۔ میں do-agree کروں گا، اس طرح کی آج اس طرح لی گئی ہیں ہمیں structural reforms جو ہمارے اداروں کے اندر، ہر لحاظ سے، جن کی ضروری ہے۔ چاہے وہ laws کے ہوں، چاہے وہ legislation کے ہوں، چاہے وہ capacity development different departments کے اندر کی طرف ہوں۔ یا اسی طرح formations SAG&D کی طرف ہوں۔ ان پر بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ سیکرٹری already اس پر کسی حد تک کام کر رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ آنے والی ہماری next cabinet جو میئنگ ہو گی۔ اس میں ان ساری چیزوں پر presentation بھی ضرور آئے گی۔ جس میں یہ define کیا جائے گا کہ What way-forward ہونا چاہئے اور اس طرح انشاء اللہ وہ طریقہ کار اسی اسمبلی تک آئی گی اور concrened standing committee جو بھی ہو گی اس میں پیش ہو گی۔ تو میں definitely اس چیز کی ہر حوالے سے تائید بھی کرتا ہوں اور اس کو second بھی کرتا ہوں کہ ہم جب تک keeping the address mechanismised way کا ایک needs also. آپ کی بات بالکل صحیح ہے ابھی سی پیک کے حوالے سے ہم اگر ان ساری چیزوں کو آنے

والے دور میں بلوچستان میں دیکھ رہے ہیں تو ہمیں jobs کی specialisations کو focus کرنا پڑے گا۔ ہم میں بہت سارے ایسے لوگ ہیں جو concerned degrees کے ساتھ ان qualification کے ساتھ اگر پڑھ رہے ہیں تو ان کی job کو secure کرنے کے لیے ان position کو secure کرنے کے لیے ان لوگوں کو وہاں ایک rightly address کرنے کے لیے جگہ بنانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اب اس کے لیے باقاعدہ طریقہ کارہونا چاہئے جس طریقہ کار کے لیے کچھ چیزیں propose کر رہے ہیں۔ اور سروں روڑ جتنے بھی ہیں ہمارے، اُنکے حوالے سے تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے۔ میں بھی ہو رہا ہے لیکن provincial government میں بھی اس کو federation کیا ہوا ہے اور اس پر deliberation ہے۔ ماضی میں ہونا چاہئے تھا چونکہ ہم اس طرح initiate to time an کو دیکھ رہے ہیں یہ ابھی government کے performance میں بھی بڑا آرہا ہے اور overall financial crisis effect میں بھی بہت بڑا آرہا ہے تو I do yes I do آرہا ہے اور proposals میں بھی اس کے cabinet میں بھی انشاء اللہ پیش ہو گی۔ اور جس طرح ہماری یہ consider چیزیں بھی آئیں گی ہماری ہماری جو ایک final position ہو گی یا اس کی جو بھی صورتحال اس حوالے سے ہمارے سامنے آئے گی اس کو definitely share کریں گے انشاء اللہ thank you

**جناب قائم مقام اپسیکر:** بس اس پر میرے خیال مزید بحث کی گنجائش نہیں ہو گی قائد ایوان نے اس پر اپنا موقف دے دیا۔ جی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اپسیکر! قائد ایوان نے انجینئرنگ کے service structure کے حوالے سے بات کی یقیناً چونکہ انجینئرنگ ایک productive job ہے جو معاشرے کو، ہماری society کو بہت کچھ دے رہا ہے۔ تمام دنیا میں جو انجینئرز ہیں، چاہے جس شعبے کے بھی ہیں، چاہے سویں انجینئر ہوں، چاہے mechanical engineers ہوں، چاہے electronic engineers ہوں، وہ تمام دنیا کو کچھ دے رہے ہیں۔ اور دنیا آج جب قائم ہے تو ان productive jobs کی وجہ سے قائم ہے لیکن بدقتی سے یہاں جو بتایا گیا کہ اب تک ماضی میں جس طرح کہا گیا کہ جون 2018ء میں یہاں بات ہوئی تھی، کمیٹی بنی تھی شاید اس کمیٹی نے مجھے پہنچنیں کس حد تک کام کیا ہے۔ بہر حال اب ہمارے پاس ایک بہت بڑی یونیورسٹی، خضدار انجینئرنگ یونیورسٹی ہمارے پاس BUITM ہے وہاں سے سالانہ کم از کم ایک ہزار کے

گ بھگ کے قریب انجینئر فارغ کر رہے ہیں۔ تو ان انجینئرز کو ایک اچھی jobs کی طرف ان کی jobs کو protect کرنا، یہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہے۔ بہت سارے ہمارے قوانین ہیں جناب وزیر اعلیٰ صاحب۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** زیرے صاحب! اس پربات ہو گئی ہے وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنی fina بات کر دی مزید اس پر گنجائش نہیں ہے۔

**جناب نصراللہ خان زیرے:** بہت سارے قوانین ہیں، ابھی ہم نے بنائے تھے آپ کا قانون یہ children hospital کے حوالے سے، اس پر ہم نے اتنا کام کیا وہ قانون ابھی تک یہاں اس House میں نہیں آیا بہت سارے ایسے قوانین ہیں میری درخواست ہو گئی کہ وزیر پارلیمانی امور کو اس حوالے سے توجہ دینی چاہئے۔

**انجینئر زمرک خان اچھزئی (وزیر مکملہ زراعت و کاؤپریوٹز):** وزیر اعلیٰ صاحب بات کرتے ہیں تو اُس کے بعد کسی بھی ممبر کو بات کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ قائد ایوان نے بڑی تفصیل سے اس پربات کی۔ میں خود ایک انجینئر ہوں۔ ہم نے اُن کے ساتھ meeting کی ہے اُن کو سمجھایا ہے وہاں اُن کی جو یونیورسٹی ہے اُن کے جو president ہے وہاں بھی بیٹھے ہوئے تھے جنل سیکرٹری بھی میرے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم نے مل کے بہت ہی زیادہ وہاں انجینئر کو نسل تک گئے ہیں۔ جو federal ہے وہاں تک ہم کو شکر رہے ہیں لیکن جب CM صاحب بات کرتے ہیں تو مناسب نہیں، اُس سے پہلے کوئی بھی بات کرے ٹھیک ہے۔

**جناب قائم مقام اسپیکر:** جی زمرک صاحب! آپ نے درست فرمایا۔ جناب شناہ بلوچ صاحب کا انجینئرنگ service structure کے بارے میں zero hour کا نوٹس زیر بحث لایا گیا۔ قائد ایوان نے اس معاملے پر ایوان کو تفصیل آگاہ کیا۔ اور اس معاملے سمیت دیگر سروہنزاں پر بھی کام کر رہے ہیں۔

اب اسمبلی کا اجلاس بروز سو ماہ مورخ 24 دسمبر 2018ء بوقت سہ پہر 00:30 بجے تک کیلئے متوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 07:00 بجے تک 30 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)



21 دسمبر 2018ء (مباحثات)

بلوچستان صوبائی اسمبلی

76

21 دسمبر 2018ء (مباحثات)

بلوچستان صوبائی اسمبلی

77